ماہنامہ

گوجرانوالہ

فلاحِ آدمیت

Reg: CPL No. 80

DECEMBER 2007

دسمبر
2007

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللہ

محبت

صداقت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل

- ☆ موجودہ دور کے عظیم صوفی اور بانی سلسلہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیم کا علمبردار۔
- ☆ رُہبانیت اور شرک سے پاک اور قرآن وسنت کے عین مطابق راہ فقر کی تعلیم کا داعی۔
- ☆ وحدتِ اُمت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا ترجمان۔
- ☆ فرقہ واریت، غصہ اور نفرت ختم کر کے عالمگیر محبت اپنانے کا نقیب۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

منشور دعوت

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً

وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ط

الاعراف ۔ 205

ترجمہ

اپنے رب کو اپنے دِل میں عاجزی اور ڈر کے

ساتھ، اُونچی آواز نکالے بغیر، صبح وشام

یاد کرو ۔ اور غافلوں میں سے نہ ہونا ۔

ماہنامہ

آدمیت سے فلاح

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیادگار خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

بانی سلسلہ

نگران و سرپرست

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 11 شمارہ 3 دسمبر 2007ء ذیقعد 1428ھ

ایڈیٹر وحید احمد

مجلس ادارت

محمد مرتضیٰ توحیدی، ایم محمد اکرم، پروفیسر منیر احمد لودھی، ایم محمد طالب
ڈاکٹر عبدالرشید وقار، محمد صدیق، سید عاشق حسنین مرتضیٰ شاہ بخاری
مولانا حافظ بشیر احمد

قیمت ———— 20/- روپے   سالانہ فنڈ ———— 200/- روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
مرکز تعمیر ملت نزد وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835
Mob: 0300-6493335

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
وحید احمد
تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:055-3881379
Mob:0300-7409533

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-55-4222020
E-mail: tohidia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

درس قرآن

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰؒ)

یہود کی بدخصلت اور زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر ڈانٹ

جن مشرکین سے براءت کا اظہار کیا گیا ہے، ان میں یہود بھی تھے، اس لئے ان کی نفسیات کے بارے میں اہم بات بیان کی جا رہی ہے اور یہ اس لئے کہ ان بیماریوں سے ہم محفوظ رہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنے دینی راہنماؤں کو ''اربابا من دون اللّٰہ'' بنالیا۔ جو حقوق و اختیارات اللہ تبارک وتعالیٰ کو حاصل ہیں، وہ انہوں نے اپنے پنڈتوں اور پروہتوں (احبار) کو دے دیئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہر اس کاروبار کے خلاف ہیں جو مساوات پیدا کرے اور ان کے مالی مفاد یعنی سود کو نقصان پہنچائے۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ اسلام کے چراغ کو پھونکوں سے بجھا دیں لیکن یہ اللہ کا وعدہ ہے، وہ اپنے نظام کو نافذ کر کے رہے گا اور ان کی نفسیاتی خصوصیت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرتے ہیں اور مال و دولت ہی کو اپنا خدا بنائے رکھتے ہیں۔ ان آیات کے ترجمہ سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وقالت الیھود عزیر ن ابن اللّٰہ وقالت النصری المسیح ابن اللّٰہ۔ ذلك قولھم بافواھم یضاھؤن قول الذین کفروا من قبل ط قاتلھم اللّٰہ انّٰی یؤفکونo

اِتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللّٰہِ والمسیح ابن مریم وما اُمروا الا لیعبدوا الٰھا واحد لا الٰہ الا ھو سبحنہ عما یشرکونo

یریدون ان یطفوا نور اللّٰہ بافواھم و یابی اللّٰہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکفرونo

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکونo

یـایها الذین امنوا ان کثیرًا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بـالبـاطـل و یـصـدون عـن سبیل اللّٰه ۔ والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللّٰه فبشرهم بعذابٍ الیمo

یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم و ظهورهم۔ هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزونo

''یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں، ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے قبل کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔خدا کی مار اُن پر یہ کہاں سے دھوکا کھا رہے ہیں۔اُنہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے۔اسی طرح مسیح بن مریم کو بھی، حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔وہ اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، پاک ہے وہ اُن مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی نا گوار کیوں ہو۔وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی نا گوار کیوں نہ ہو۔اے ایمان لانے والو! ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، دردناک سزا کی خوشخبری دو، ان کو جو سونا اور چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔لو! اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو''۔ (التوبہ:30-35)

یہ یہود کے علماء اور درویشوں کا حال ہے جو اس زمانے کے پیر تھے۔اور کچھ ایسا ہی حال آج ہمارا بھی ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
(مولانا ظفر علی خانؒ)

حرمت والے مہینے اور مشرکین مکہ کی حیلہ سازی

اشہرِ حرم یعنی عزت و حرمت والے مہینے گزر جانے کے بعد مشرکین مکہ کے خلاف تادیبی کاروائی کا آغاز کیا جانا قرار پایا کیونکہ تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ ہر ملت اور ہر دور میں حرمت والے مہینے چار متعین رہے جن میں ہر طبقہ کے لوگ جنگ و جدل، لڑائی جھگڑے اور ہر طرح کے خون خرابے سے گریزاں رہتے۔ حتیٰ کہ مشرکین مکہ بھی اس بات کا پاس اور لحاظ کرتے تھے۔

فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدو لهم كل مرصدٍo

''جب عزت (و حرمت) کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر رصد گاہ (گھات کی جگہ) پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو''۔ (التوبہ: 5)

ان کے ہاں ایک خرابی یہ جڑ پکڑ گئی تھی کہ وہ ان مہینوں کی ترتیب حسب خواہش تبدیل کر لیا کرتے تھے اور اس بات کا اعلان حج کے موقع پر کیا جاتا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی صورت حال کو یوں واضح فرمایا:۔

''بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ہے جس روز سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ ان میں سے چار مہینے ادب (اور حرمت) کے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا راستہ ہے، تو ان (مہینوں) میں (قتال ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں''۔ (التوبہ۔36)

یہاں اجمالی قانون کا ذکر ہے۔ جسکی تفصیل کتب حدیث و تفسیر میں مذکور ہے۔ حرمت والے مہینوں کے نام یوں مذکور ہیں۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔

انما النسیءُ زیادة فی الكفر يضل به الذين كفروا يحلونه عاما و يحرمونه

عاما ليوا طوا عدة حرم الله فيحلوا ما حرم الله زين لهم سوء اعمالهم ٥

''نسیئی تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے جس سے یہ کافر لوگ گمراہی میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ کسی سال ایک مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اس کو حرام کر دیتے ہیں تا کہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری بھی کر دیں اور اللہ کا حرام کیا ہوا حلال بھی کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کیلئے خوشنما بنا دیئے گئے ہیں''۔ (التوبہ:37)

اس مقام پر شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خوب وضاحت فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

''طبیعت اہل جاہلیت کی ہمیشہ او پر قتل کرنے اور لوٹنے کی خوگر تھی اور حرمت کے مہینوں میں قتل نہ کرتے تھے اور تین مہینے حرمت کے جو پے در پے تھے (اس میں یہ) تنگ ہو کر کہتے کہ تین مہینے پے در پے قتل اور لوٹ کو چھوڑنا ہم کو برداشت نہیں ہے۔ آخر قلمش کنانی نے ایک حیلہ کیا کہ جس وقت حج کا موسم ہوتا تھا، پکارتا کہ اے گروہ عرب! اللہ نے اس سال محرم کو حلال کیا اور اس کے بدلے صفر کو حرام کیا ہے۔ تمام آدمی سن لیتے اور دوسرے سال پھر پکارتا کہ اللہ نے اس برس محرم کو حلال کیا اور اس کے بدلے صفر کو حرام کیا ہے۔ حرمت کے مہینے کی تاخیر کرتے تھے اور اپنے اوپر ہر سال کے چار مہینے حرمت کے ٹھہرا لیتے تھے اور اللہ کی ترتیب کو چھوڑ دیتے تھے اس کو ''نسیئی '' کہتے ہیں''۔

سلسلہ جہاد میں ایک ہدایت

جہاد کے سلسلے میں بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بھول چوک یا تاخیر ہو جاتی تو اس پر بھی متنبہ کر دیا کہ یہ تمہاری سعادت ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے چن لئے گئے ہو اگر تم اس سے جی چراؤ گے تو اللہ تعالیٰ کسی اور قوم سے یہ خدمت لے لے گا۔ اس کے ساتھ نبی اکرمؐ کے سفر ہجرت کے ایک واقعہ کی جانب اشارہ فرما کر خلیفہ رسول سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عظمت کو اُجاگر کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

الا تنصروه فقد نصره الله اذا اخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذ هما فى

الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللّٰہ معنا فانزل اللّٰہ سکینته علیه وایده بجنود لم تروها وجعل کلمة الذین کفروا السفلی ۔ و کلمة اللّٰہ هی العلیا ۔

''تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں ۔اللہ اُس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اس کو نکال دیا تھا ۔جب وہ صرف دو میں دوسرا تھا ۔جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ ''غم نہ کر ،اللہ ہمارے ساتھ ہے'' اسی وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے''۔ (التوبہ ۔40)

یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی عظمت

اس آیت مبارکہ میں اس واقعے کی جانب اشارہ ہے جب کفار مکہ نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنا کر مکان کا محاصرہ کر لیا تو آپ اپنے معتمد خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ہجرت کے ارادے سے عازم مدینہ ہوئے ،تعاقب کے خدشے کے پیش نظر لمبا اور دور کا راستہ اختیار کیا ۔راہ میں غارِ ثور میں چھپ گئے ۔خون کا پیاسا دشمن ہر جا آپ کی تلاش میں ہر کارے دوڑا کر آپ کو تلاش کرتا رہا ۔اسی سلسلے میں ایک مرتبہ تعاقب کرنے والے چند لوگ غار کے منہ پر پہنچ گئے جس میں آپ نے پناہ لے رکھی تھی ۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس وقت خوف لاحق ہوا کہ مبادا وہ لوگ اندر جھانک کر نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائیں ۔اس وقت نبی کریم ﷺ نے ابو بکرؓ کو تسلی دلانے کو فرمایا: ''غم نہ کر ،اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

یہاں پر ایک نکتہ قابل غور ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جان کا خوف نہیں تھا بلکہ انہیں حضور کی جان کا خوف اور اُن سے بچھڑنے کا غم کھائے جا رہا تھا یہی وجہ ہے کہ اُن کیلئے جو الفاظ استعمال کئے گئے وہ لا تحزن (غم نہ کھا) تھے ،لا تخف (ڈرو نہیں) نہیں تھے ۔

منافقوں کو تنبیہہ

بعد کی آیات میں منافقوں کے رویے پر نکیر فرمائی ہے کہ اگر کسی جنگ میں بلا مشقت مالِ

غنیمت ہاتھ لگنے کا امکان ہوتو شوق سے چل دیتے ہیں اور اگر مسافت زیادہ ہو یا نقصان کا اندیشہ ہوتو معذرت کیلئے بہانے تراشتے ہیں اور بعض منافق آپ سے عدم شرکت کیلئے حیلہ ذکر کر کے رخصت مانگتے ہیں۔اس بارے میں فرمایا کہ انہیں آئندہ آپ رخصت نہ دیں کیونکہ ان غزوات کے ذریعے اب منافق اور مومن کی پہچان ہوگی اور نفاق کھل کر سامنے آجائے گا۔ایسے مواقع پر منافقین کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ بادل نخواستہ مالی تعاون ضرور کرتے تا کہ مسلمانوں کی نظروں میں اچھے بنے رہیں۔اس پر باری تعالیٰ نے یوں وعید فرمائی کہ اس کا آخرت میں تم کو ذرہ بھر فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔

قل انفقوا طوعا اوکرھا لن یتقبل منکم ۔ انکم کنتم قوما فسقینo

''کہہ دو کہ تم (مال) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا (اور اس عدم قبولیت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ) بلاشبہ تم نافرمان لوگ ہو''۔ (التوبہ:53)

اس کے بعد تنبیہ اور وعید کے طور پر قرآنِ مجید ایک بات یہ بھی کہتا ہے کہ یہ دولت جو کفار کو ملتی ہے، یہ ان کیلئے نعمت نہیں ہوتی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی دولت کے ذریعے سے اسی دنیا میں ان پر عذاب مسلط کر دیتے ہیں۔راقم کا اپنا مشاہدہ یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کی اولاد ان کو ذلیل کرتی ہے اور ان کی دولت کے لالچ میں ان کی موت کی متمنی ہوتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فلا تعجبك اموالھم ولا اولادھم ۔ انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوۃ الدنیا وتزھق انفسھم و ھم کفرونo

ویحلفون باللہِ انھم لمنکم وما ھم منکم ۔

''ان کے مال ودولت اور ان کی کثرت اولاد کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ، اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی انہی چیزوں کے ذریعے سے انہیں مبتلائے عذاب کر دے اور یہ جان بھی دیں تو انکار حق کی حالت میں دیں۔وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ ہرگز تم میں

سے نہیں تھے''۔ (التوبہ:55-56)

صدقات کی تقسیم

اس قدر دولت کے باوجود جب صدقات یا زکوٰۃ کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ پر الزام تراشی کی۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ صدقات کا مال تمہارے لئے نہیں۔ اور ان مستحقین کے ضمن میں خرچ کی آٹھ مدات کھلوائی گئی ہیں۔ زکوٰۃ جو اسلام کا رکن ہے، اسے کن مدوں میں خرچ کیا جا سکتا ہے؟ پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ زکوٰۃ مختلف اموال میں سے مختلف طرح سے نکالی جاتی ہے۔ زرعی زمین پر اگر وہ بارش کے ذریعے سے سیراب ہو تو عشر کی صورت میں پیداوار کا دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دیا جائے گا اور ایسی زمین جو خود سیراب کی جاتی ہے، وہاں یہ حصہ پانچ فیصد کٹے گا۔ عام تجارت، دولت، جائیداد اور بچت پہ اڑھائی فیصد زکوٰۃ بنے گی۔

مصارفِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کے خرچ کی مدات کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیھا و المولفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللّٰہ و ابن السبیل ۔ فریضة من اللّٰہ ۔ واللّٰہ علیم حکیمo

''یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کیلئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے ہیں جو صدقات کے کاموں پر مامور ہوں اور اُن کیلئے ہیں جن کی تالیف قلب کی ضرورت محسوس ہو نیز یہ گردنوں کے چھڑانے کیلئے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کیلئے ہیں۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے اور دانا و بینا ہے''۔ (التوبہ۔60)

توحید کی عملی شکل

(محمد عتیق عباسی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توحید مسلمانوں کیلئے ہی مخصوص نہیں۔ کسی خاص جماعت، قبیلہ ملک یا کسی خاص نسل تک محدود نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت، برکت اور رحمت عام ہے۔ جیسا کہ اللہ کی عام نعمتیں ہوا، پانی، روشنی، سورج، چاند ستارے وغیرہ سب بنی آدم کیلئے ہیں اسی طرح توحید کی برکات، فیوض، نعمت ہر خاص و عام کیلئے ہے۔

توحید کے ماننے کا مطلب محض یہ نہیں کہ اللہ ایک ہے بلکہ یہ دل کی دنیا میں تغیر و تبدل اور عظیم انقلاب برپا کرنے والا عقیدہ ہے۔ جسکا عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔

ایک توحیدی اور منکر توحیدی کی زندگی بالکل مختلف ہے۔ اس جہاں میں باعزت، پاکیزہ اور کامیاب زندگی توحید اور اُس کے لوازم پر ہی عمل پیرا ہو کر گزاری جا سکتی ہے۔

اور اُس جہاں یعنی موت کے بعد بھی عزت و عظمت، فلاح اور دائمی مسرتوں کا بھی وہی مستحق ہے جو توحید پر ایمان اور اُس کے احکامات کے مطابق دنیاوی زندگی گزارے۔ انسان کے سوچ و فکر، عمل، تہذیب و تمدن اور معاملات میں توحید کی بنیاد پر واضح تبدیلی رونما ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 117 میں فرماتے ہیں۔

بدیع السموات والارض ۔ واذا قضیٰ امرا فانما یقول له کن فیکونo

وہ پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے اُسے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا

اللّٰہ خالق کل شی وهو علی کل شی وکیلo (سورۃ الزمر آیت 62)

''اللہ ہر چیز کے پیدا کرنے والا ہے۔ وہی اُس کا نگہبان اور ذمہ دار ہے''۔

لا اله الا هو (قف) کل شی هالك الا وجهه ۔ له الحکم والیه ترجعونo

''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات کے سوا، اسی کے حکم سے ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جائے گی''۔

اسی طرح سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر 27 میں فرمایا

کل من علیھا فانoویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرامo

ساری کائنات اور خود انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ اپنے ارادے اور حکم سے پیدا کیا۔ اسی کے حکم اور ارادے سے قائم ہے۔ اُس ذات باری تعالیٰ کے علاوہ جو کچھ بھی ہے۔ اس کی مخلوق ہے۔ اس کی ذات ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی۔ بقیہ سب چیزیں فانی ہیں۔

فمن یکفر باالطاغوت ویومن بااللّٰہِ (سورۃ بقرہ آیت ۔250)

کے مطابق عمل پیرا ہونا ہوگا۔

یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے۔ کسی عمل، کسی ایجاد یا کسی صنعت کاری کو دیکھ کر انسان اس کے عامل، موجد اور صنعت کار کا معترف ہی نہیں بلکہ اس کی افادیت، اہمیت اور عظمت کے باعث اس کے علم وحکمت اور برتری کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ اپنے عقل، شعور اور علم کے مطابق، تشکر، عقیدت، محبت کے جذبات بھی رکھتا ہے۔ تو پھر جب ہم اللہ کو خالق کل مانتے ہیں۔ تو اس کی صفات کو بھی ماننا ہوگا۔ کہ وہ صفات میں یکتا ہے۔ صفات میں لاشریک ہے۔ تو اُس کی صفات کے بھی لوازم ہیں۔ ان لوازم میں بھی کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

وہ خالق ہے تو رب بھی اُسی کو مانا جائے۔ پھر حکم دینا بھی اُسی کا حق ہوا۔ اُسی کے احکامات کی پیروی کی جائے۔ وہی لائق بندگی واطاعت ہے۔

وہ رزاق ہے، تو شکر گزاری اور حقیقی محبت کا مرکز بھی وہی ہونا چاہیے۔

وہ مومن اور مُھیمن یعنی نگہبان اور امن عطاء کرنے والا ہے تو مدد اور استدعا اُسی سے کی جائے۔ توکل اسی پر کیا جائے۔ عزیز اور حکیم ہے تو حقیقتاً وہی قابل اعتماد اور بھروسہ ہے۔ جو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت سے سارا نظام چلا رہا ہے۔ مصائب، تکالیف، راحت، خوشی، رنج والم میں اسی پر بھروسہ ہونا چاہیے۔

وہ علیم وقدیر ہے۔تو تمام حالات، واقعات،تغیر وتبدل چاہے وہ اعلانیہ یا پوشیدہ ہوں اسی کو آشکارا مانا جائے۔لہٰذا ایسے تمام اقوال اور افعال کی نفی کی جائے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کے لوازم کی نفی ہورہی ہو۔

توحید کا انفرادی اثر

توحید علمی حقیقت نہیں ۔ بلکہ نہایت ہی ضروری اور اہم علمی حقیقت ہے۔انسانی زندگی چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی۔توحید کے نہایت اہم اور گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

انسان جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔اس کو یہی عقیدہ آزادی اور حریت کا اعلیٰ اور برتر مقام بخشتا ہے کائنات میں تمام اشیاء انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔لیکن جب تک انسان توحید سے آشنا نہیں ہوتا۔تو دنیا کی انہی حقیر اور کمزور اشیاء سے خوف زدہ رہتا ہے۔حالانکہ یہ سب اس کی خدمت گزاری اور تابعداری کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔لیکن وہ خود ہی توحید سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے ان کی خدمت گزاری میں لگ جاتا ہے۔اپنے ہی جیسوں کو اپنا آقا اور رب، نافع، ضرررساں طاقت اور نہ جانے کیا کیا سمجھنا شروع کردیتا ہے اور انہی کے آگے جھکنا شروع ہوجاتا ہے۔توحید سے محرومی کا مطلب ہے کہ

انسان اپنی حقیقت سے ناآشنا ہے

اپنے اور اپنے اللہ کے تعلق سے محروم ہے

اپنی حیثیت،عظمت اور شان سے ناواقف اور بے شعور ہے۔ایک مرتبہ اپنے مقام سے گرتا ہے تو گرتا ہی چلا جاتا ہے۔اپنے نفس کو ذلیل کرنے میں کوئی عار شرم نہیں محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات ہونے کے جس شرف سے نوازا تھا۔اس سے بالکل ہی محروم ہوکر رہ جاتا ہے۔

اور بقول اللہ تعالیٰ اس کی یہ حالت یہ ہوجاتی ہے۔

ومن یشرك باالله فكانما خرمن السماء فتحطفه الطير او تهوى به الريح فى مكان سعيقo(سورۃ الحج آیت:31)

جو کوئی اللہ کو شریک ٹھہرائے گا۔ گویا کہ وہ آسمان سے گرا پھر اسے پرندے (مردہ خور) اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اس کو کسی دور دراز جگہ پر پھینک دیتی ہے۔

لیکن توحید سے آشنا ہوتے ہی انسان میں ایسا انقلاب اور تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ کہ انسان جو ہر چیز سے پست تھا۔ اپنے آپ کو اس قدر بلند و بالا سمجھتا ہے۔ کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز اُسے پست نظر آتی ہے۔

اس کی بہترین مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں کے مقابلہ کے واقعہ میں پیش کی ہے۔

جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کیلئے جادوگروں کو اکٹھا کیا تو انہوں نے قبل از مقابلہ اپنے معاوضہ جیت کی صورت میں انعام و اکرام کیلئے اطمینان ضروری سمجھا اور اس کے لئے التجا کی۔

فلما جاء السحرة قالو يفرعون ائن لنا لا جرا ان كنا نحن الغالبين o

(سورۃ الشعراء۔ آیت 41)

جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آئے تو کیا ہمارے لئے اجر اور انعام ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔

لیکن مقابلہ میں جادوگر مغلوب ہوئے اور توحید کی پکار پاتے ہی ان کی عقل، فہم اور طبیعت میں عظیم انقلاب برپا ہوا کہ ان کے ایمان لانے پر، فرعون نے ان کو طرح طرح کی دھمکیاں دیں، سخت ترین سزاؤں اور سولی پر لٹکانے سے ڈرایا۔ لیکن وہ بلا خوف و خطر جواباً کہتے ہیں۔ کہ تمہارا زور، قوت ہر حربہ بس اسی دنیاوی زندگی پر چل سکتا ہے۔ ہمیں تو اپنے رب کے پاس جانا ہے۔

وما تنقم منا الا ان امنا بايت ربنا لما جآء تنا ربنا افرغ علينا صبراً وتوفنا من المسلمين o (سورۃ الاعراف آیت نمبر 126)

تم ہم سے انتقام لینا چاہتے ہو ہمارے دشمن ہو اس لئے کہ ہم اپنے رب کی نشانیاں دیکھ کر ایمان لائے۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں اسلام پر موت عطا فرما۔

فرعون کیلئے تو یہ محض کھیل تماشہ تھا۔لیکن یہ جان گئے تھے۔کہ موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں اور ان کی دعوت حق ہے۔

غور فرمایئے۔کہاں فرعون سے انعام واکرام، معاوضہ کی درخواست اور حق کو پہچانتے ہی اُس کے مقابل اپنے رب سے صبر کی اور اسلام پر خاتمہ کی دعا نہ کوئی خوف، نہ پریشانی، نہ ڈر۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک توحیدی پر یہ رازعیاں ہو جاتا ہے حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ خوشی ہو یا رنج، دکھ سکھ، موت وحیات ان کی آمد و رفت کی ایک ہی طریق ہے۔

توحیدی ہر حال میں اللہ سے ہی اُمید رکھتا، اسی سے ڈرتا اور اسی سے استدعا والتجا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ دنیا مختلف حکام، امراء، کارفرما اور کارپردازوں کی رزمگاہ نہیں۔بلکہ ایک عزیز وحکیم ہستی اپنی غالب حکمت سے چلا رہا ہے۔کوئی بھی اُس کی مرضی کے خلاف اس دنیا میں ذرہ برابر بھی دخل انداز نہیں ہوسکتا۔اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس عالم کا خالق حق ہے اور وہی محبِّ حق ہے۔باطل کی حیثیت طفیلی کی سی ہے۔

جو حق پرست ہو گیا وہ بالواسطہ حق کی ہی خدمت کرتا ہے۔حق پرست نے دنیا جہاں کی دولت پالی، اس کی زندگی لافانی ہے۔وہ کسی سے نہ تو ڈرتا ہے، نہ خوفزدہ، نہ ہراساں وپریشان ہوتا ہے، نہ تنہائی کچھ کہتی ہے۔بلکہ ہمیشہ ایک سدا بہار درخت کا پھل کھاتا اور ہمیشہ جاری رہنے والے چشمہ سے فیض یاب ہوتا ہے۔جیسے اللہ نے خود فرمایا۔

الم ترکیف ضرب اللّٰہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء۔ توتی اکلھا کل حین باذن ربھا o اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون o (سورۃ ابراہیم آیت 24 اور 25)

کیا تم نے غور فکر نہیں کیا۔اللہ نے کیسی مثال بیان کی۔پاکیزہ کلمہ کی اور یہ کہ یہ کلمہ صاف ستھرے پاکیزہ درخت کی مانند ہے۔اس کی جڑیں مضبوط ہیں اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔یعنی اس کو کوئی بھی قوت نہیں اکھاڑسکتی۔یہ اپنا پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے دیتا ہے۔

غور فرمائیں ۔انسان کی عقل ،فہم و دانش جتنا کلمہ طیبہ پر غور کرتی ہی ۔ہزاروں لاتعداد باریکیاں نکلتی چلی آتی ہیں ۔توحید، معرفت الٰہی کی باتیں، ایمانیات، حمد و ثنا، قرآن ،تسبیح و تحلیل، صدق، اللہ کی معیت و محبت سب اس میں شامل ہیں۔

اِسی کا ذکر اور اس پر غور فکر کرنے والا ، ہمیشہ اور ہر حال میں خوش و خرم رہتا ہے۔کوئی بھی حالت یا حالات اس کے دلی سکون کو درہم ، برہم نہیں کر سکتے ۔ بلکہ تمام مصائب، آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرتا ہے۔ہر حال میں مطمئن رہتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفجر کی آیت نمبر 27 اور 28 میں فرمایا۔

یایتها النفس المطمئنة o ارجعی الی ربك راضیة مرضیة o

اے نفس مطمئن لوٹ چل اپنے رب کی طرف وہ تجھ سے راضی اور تو اُس سے راضی۔

برادران مکرم بصورت دیگر یہ کیفیت ہو جاتی ہے ۔کہ اللہ کے قول کے مطابق ۔

ولا تکونو کالذین نسوا اللّٰه فانسهم ۔ انفسهم ۔ اولئِك هم الفسقون o

(سورۃ الحشر آیت 19)

ان لوگوں جیسا مت ہو جانا ۔جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور پھر اللہ نے اُن کو بھلا دیا۔وہی لوگ نافرمان ہیں ۔

ایک توحیدی کا باطن مکمل یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی طرف راغب رہتا ہے۔اور یہی یکسوئی عملاً اور ظاہراً بھی طاری ہو جاتی ہے۔

انسان جس طرح طبعی قوانین کے آگے بے بس، لاچار اور بے اختیار ہوتا ہے۔اسی طرح بے بسی، بیچارگی، بے اختیاری اپنے رب کے اوامر اور احکام کے آگے اختیار کرتے ہوئے جو آزادی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے، اُسے بخوشی اللہ کی مرضی اور رضا کے تحت کر دیتا ہے۔مجبوراً نہیں بلکہ خوشی، خوشی اس کی اطاعت قبول کرتا ہے اور یہی انسان کا اصل شرف ہے۔

طریقت توحید میں انسان کا پہلا درجہ یہی ہے کہ اپنے نفس کی بندگی سے فارغ اور آزاد۔ اپنے آپ کو اپنے رب کی بندگی کے حوالے کر دیتا ہے۔تمام رسوم، قیدو بند سے آزاد ہو کر فلاح کی

منازل طے کرتا ہے۔اللہ کے قرب و معیت کو ترجیح دیتا ہوا بالآخر پکار اُٹھتا ہے۔

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العالمین o لا شریك له وبذلك اُمرت وانا اول المسلمین o (سورۃ انعام آیت 162-163)

اور مقام احسان پر فائز ہو جاتا ہے۔

توحید کے اجتماعی اثرات

دورِ حاضر میں، اقوام عالم میں اجتماعیت انسانی کے تین پہلو ایسے ہیں جن پر باہمی نزاع، کشمکش، رسہ کشی اور فتنہ و فساد ہو رہا ہے۔

(1) سیاسی پہلو (2) معاشی پہلو (3) سماجی پہلو۔

سیاسی توحید

دنیا میں اس وقت سارا جھگڑا اس پر ہو رہا ہے کہ حکم کا اختیار کس کے پاس ہے۔حکم کون دے گا۔عمل کون کرے گا۔آخر فرعون نے بھی تو اسی اعتبار سے رب ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

توحید کے مطابق اصل الاصول یہ ہے کہ **ان الحکم اللّٰہ** اور قرآنی احکامات کے تحت۔

الا له الخلق والامر o (سورۃ الاعراف آیت 54)

آگاہ۔وہی پیدا کرنے والا ہے اور حکم بھی اُسی کا ہوگا۔

خالق ہی اوامر کا مستحق ہے۔دوسرا کوئی نہیں۔انسان اس دنیا میں اُس کا خلیفہ ہے۔نائب ہے۔اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے۔جیسے ہندوستان میں حکومت برطانیہ کا وائسرائے ہوا کرتا تھا۔

ہدایات دینا صرف اللہ کا حق ہے اسی کا قانون جائز، صحیح اور نافذ العمل ہوگا۔وہی فرمانروا ہے اور مقتدر اعلیٰ ہے۔اللہ کے سوائے باقی سب رعیت ہیں۔رعایا کا کام قانون سازی یا حکم دینا نہیں بلکہ پیروی کرنا ہے۔

ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ہر قوم پر اپنے رسول اور نبی مقرر فرمائے۔انہوں نے اللہ کے نازل کردہ فرمان پر خود بھی عمل کیا۔اور دوسروں کو بھی اس فرمان کی اطاعت کی دعوت دی، پیروی کروائی، سماج، معاشرے اور انسانیت کی اصلاح کی۔لیکن موجودہ دور میں ہر قوم کا اپنا ہی آدم بنا

ہوا ہے۔اپنا ہی الہ ہے۔اپنی ہی حاکمیت کیلئے زور آزمائی ہو رہی ہے اور افراتفری کا یہ عالم ہے کہ ان میں نہ معبود اور نہ ہی آدم مشترک ہے۔اپنے ہی عقیدے،تہذیب،اخلاق و کردار بالکل الگ اور علیحدہ،علیحدہ ہیں۔پھر یہ کہ اس علیحدگی کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔بلکہ دوسری اقوام پر بھی جبراً مسلط کرنا چاہتے ہیں۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان نے مختلف شعبہ ہائے علوم میں جتنی ترقی کی ہے۔تمدنی شعور میں وہ ترقی نہیں ہو پائی خصوصاً سائنسی میدان میں ترقی کی وجہ سے دنیا ایک گلوبل ویلیج بن گئی۔لیکن دل و دماغ اور نظریات کی تنگی وہیں کی وہیں رہی۔زمینی،جغرافیائی حدود تو قریب تر ہو گئیں لیکن تنگ نظری اور بڑھی۔اور اللہ کی قائم کردہ حدود کو جب توڑیں گے۔تو پھر یہ حال ہوگا جو فی زمانہ ایک دوسرے کی حدیں توڑ،فتنہ و فساد اور قتال کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

بعض تنظیمیں،دانشور کوشاں بھی ہیں کہ عالم میں اتحاد،اخوت،بھائی چارہ،مساوات امن و امان ہو۔اور غور و فکر بھی کرتے ہیں کہ کیسے ممکن ہو۔عدل و انصاف کا نظام قائم ہو۔

ذرا سوچئے غور فرمایئے۔یہ کیسے ممکن ہے۔جبکہ آپ میں کسی قوم و ملک میں،کوئی قدر،نظریہ،رشتہ مشترک ہی نہ ہو۔کوئی حدود و قیود نہیں ہو۔اپنا ہی نظریہ یا نظام پیش کریں گے تو عالم میں مزید فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ایک اور باطل قوت سامنے آئے گی۔

یہ لازم ہے کہ سب مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے پیش کردہ توحیدی نظام کو قائم کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے سامنے موجود ہے۔آپ نے کیسے اور کس طرح یہ نظام قائم کیا۔اس پر غور و فکر اور عمل ہونا چاہئے۔انسانی فطرت کیلئے اس میں بے بہا کشش اور زبردست قوت،قبول کرنے کیلئے موجود ہے،آفاقی،ذہنی،نفسی،بے شمار شہادتیں موجود ہیں۔نظام توحید کے برعکس کتنے ہی پرکشش اور بڑے دعوے کئے جائیں باطل،ناقص اور نا قابل عمل ہیں۔

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے لیکن یہ ہے خوف
آشکار ہو نہ جائے شیر پیغمبر کہیں

نظامِ توحید کے علاوہ اگر کسی دوسرے نظام کو عالم میں جبر وقوت سے مسلط کیا جائے گا تو لازماً نتیجہ بدامنی، بے سکونی، قتل و غارت، فتنہ وفساد ہوگا۔ جو آج کل ہم دیکھ رہے ہیں۔

ہر سلیم الفطرت انسان خواہ کسی بھی ملک، خطہ، قوم یا نسل کا ہو۔ نظام توحید کی دعوت صحیح نہج پر پیش کی جائے تو با آسانی بغیر کسی تعصب کے قبول کرسکتا ہے۔

اور اسی سے اقوام عالم میں امن وسکون پیدا ہوسکتا ہے اور ہر انسان امن وچین کی زندگی بسر کرسکتا ہے۔ فتنہ وفساد ختم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا سیاسی سطح پر توحید کا مطلب یہ ہوا کہ آخری اور قطعی حکم اللہ کا ہوگا گا۔ کسی دوسرے کا نہیں۔

سروری اسی ذات ۔ بے ہمتا کو ہے

معاشی، اقتصادی توحید

دنیا میں اس میدان میں اختلافات اور لڑائی ہے۔ کہ ذرائع پیدوار، آمدن و اخراجات کس کے ذمہ ہے مال و دولت کے تصرف پر کس کا اختیار ہے اور کون قابض ہے۔

تو اس کیلئے توحید ہی ہماری رہنمائی فرماتی ہے کہ از خود خرچ کرنے کا خواہ ریاست ہو، کوئی ملک ہو یا فرد واحد ہو، نہ ہی مجاز ہے اور نہ مختار، بلکہ امانت دار ہے۔

اللہ کے مقرر کردہ اصولوں کے تحت ہی خرچ کرسکتا ہے انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے مال کمایا اور حلال کمائی سے ہے جیسے چاہوں خرچ کرسکتا ہوں تفصیل دیکھئے۔

سورۃ حشر، سورۃ النساء، سورۃ الانفال اور اعراف میں ہر طبقے کے خواہ وہ عزیز رشتہ دار ہیں، مسافر ہیں، یتیم مساکین وغربا ہیں یا پڑوسی سب کے حق اور صرف کے اصول بڑی صراحت کے ساتھ فرمائے ہیں اور سورۃ البقرہ میں اللہ کی راہ اور جہاد میں خرچ کرنا تفصیلاً ذکر ہے۔

اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کی معروف حدیث ہماری رہنمائی فرماتی ہے۔

کہ روزِ قیامت ابن آدم کے پاؤں نہیں ہل سکتے جب تک پانچ سوالات کے جواب نہ دے۔ جن میں سے دو مال کے متعلق ہیں۔

(1) مال کمایا کہاں سے تھا۔ (2) مال خرچ کہاں کیا ہے۔ متذکرہ بالا صورتوں میں مال

اُس کے تصرف کے متعلق غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے۔

کہ ایں امانت چند روزہ است

باالفاظ دیگر توحید ملکیت کے بجائے امانت کا تصور دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں قرابت داروں، عزیزوں، یتیموں، مساکین اور مسافروں کا مال پر حق بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکمo

تا کہ مال و دولت محض دولت مند میں ہی نہ گردش کرتی رہے جس سے سرمایہ داری ہی مزے لوٹے۔ علاوہ ازیں قرآن میں متعدد بار زکوۃ کیلئے حکم ہے۔ زرعی پیداوار میں عشر مقرر کیا خوشی پر فطرانہ وغیرہ کا حکم ہوا۔

توحید کے تحت سرمایہ داری نہیں بلکہ سرمایہ کاری کا نفاذ ہوگا۔

سماجی، معاشرتی توحید

ہر دور میں یہ بھی ایک بہت بڑا مسئلہ رہا ہے کہ کون بڑا، کون چھوٹا، کون معتبر، کون حقیر، کون اونچا اور نیچا ہے۔ تاریخ شاہد اس پر بہت سی جنگیں بھی ہوئیں۔

لیکن توحید ہماری یہ رہنمائی کرتی ہے۔ کہ تمہارا خالق ایک ہے اور ایک باپ کی اولاد ہو۔ یعنی معاشرے کی بنیاد وحدتِ خالق اور وحدتِ بنی آدم پر قائم ہے۔

سورۃ النساء کی ابتدائی آیت نمبر 1 پر غور فرمایئے۔

اللہ نے انسانی معاشرہ کی بنیاد مذہب اور خاندان پر رکھی۔ مذہب کی بنیاد توحید پر یعنی صرف اللہ کو ہی رب، قانون ساز اور نگہبان مانا جائے۔ اور خاندان کی بنیاد وحدتِ آدم پر رکھی۔ تمام نسل انسانی حضرت آدم علیہ السلام سے ہے۔ کسی کو کہیں پر کوئی فوقیت اور فضیلت حاصل نہیں ماسوائے دین اور تقویٰ کی بناء کے۔

توحید نے وحدتِ خلق ہونے کے ناطے دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں، قانون سازوں، جابر حکمرانوں، ناخداؤں، مختارِ کل ہونے کے دعویداروں کے جبر و ظلم سے نجات دلائی۔

وحدت بنی آدم ہونے کے سبب تمام انسان ایک آدم کی اولاد بن گئے۔ کالے، گورے، عربی، عجمی اور کسی خاص و عام نسل کا فرق باقی نہ رہا۔

سب کیلئے ایک ہی قانون، ایک ہی نظام، یکساں عدل و انصاف یکساں۔ استحقاق، برابر جدو جہد اور ذمہ داری حاصل ہوئی۔ جو بھی اس سے انحراف کرتا ہے وہ عدل و انصاف کا دشمن ہے۔ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلاتا ہے۔ مساویانہ حقوق سے روگردانی کرتا ہے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کا آخری خطبہ ہمارے درمیان موجود ہے۔ آپ نے کیسے اجتماعیت قائم کی۔ اور یہ سب کچھ آپ ﷺ نے اجتماعیت کے ان تینوں پہلوؤں اور گوشوں میں کمال انتہا تک قائم کر کے دکھایا۔ نیز یہ پیشین گوئی بھی فرمائی۔ کہ قیامت سے سے قبل کرہ ارض پر توحید کا غلبہ ایسے ہی ہو گا جیسا کہ میرے دور میں ہے۔

وقت فرصت کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اہتمام ابھی باقی ہے
شب گریزاں ہو گئی جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

آخر میں مجھے اپنی کم علمی، کم فہمی اور کم شعوری کا اعتراف ہے۔ اگر اس میں کوئی خطا ہوئی ہے تو میں اپنے رب کی پناہ چاہتا ہوں اس غفور و رحیم سے معافی کی درخواست اور دعا ہے کہ وہ آپ کے ذہن و قلب سے اس کا اثر زائل فرمادے۔

خیر ہے تو آپ کا حسن ظن ہے۔ جن مفسرین کی کتب سے پڑھا، استفادہ حاصل کیا ان کو اور جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کو اجر و ثواب میں شامل فرمائے۔

وما توفیقی الا باللّٰہ والیہ اُنیب

(نوٹ! توحید کے نظریاتی عقائد یا شرک بحث نہیں۔ بلکہ توحیدی کے عملی اثرات بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔)

نمازیں بے اثر کیوں ہو گئیں؟

(مولانا مودودیؒ)

برادرانِ اسلام، آج کے خطبہ مجھے آپ کو یہ بتانا ہے کہ جس نماز کے اس قدر فائدے میں نے کئی خطبوں میں مسلسل آپ کے سامنے بیان کیے ہیں وہ اب کیوں وہ فائدے نہیں دے رہی ہے؟ کیا بات ہے کہ آپ نمازیں پڑھتے ہیں اور پھر بھی آپ کی زندگی نہیں سدھرتی؟ پھر بھی آپ کے اخلاق پاکیزہ نہیں ہوتے؟ پھر بھی ایک زبردست خدائی فوج نہیں بنتے؟ پھر بھی کفار آپ پر غالب ہیں؟ پھر بھی آپ دنیا میں تباہ حال اور نکبت زدہ ہیں؟

اس سوال کا مختصر جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ اول تو آپ نماز پڑھتے ہی نہیں اور پڑھتے بھی ہیں تو اس طریقہ سے نہیں پڑھتے جو خدا اور رسولؐ نے بتایا ہے۔ اس لئے اُن فائدوں کی توقع آپ نہیں کرسکتے جو مومن کو معراج کمال تک پہنچانے والی نماز سے پہنچنے چاہئیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ صرف اتنا سا جواب آپ کو مطمئن نہیں کرسکتا، اس لئے ذرا تفصیل کے ساتھ آپ کو یہ بات سمجھاؤں گا۔

ایک مثال۔۔گھڑی

یہ گھنٹہ جو آپ کے سامنے لٹک رہا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ اس میں بہت سے پرزے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ جب اس کو چابی دی جاتی ہے تو سب پرزے اپنا اپنا کام شروع کردیتے ہیں اور ان کے حرکت کرنے کے ساتھ ہی باہر کے سفید تختے پر ان کی حرکت کا نتیجہ ظاہر ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ یعنی گھنٹے کی دونوں سوئیاں چل کر ایک ایک سیکنڈ اور ایک ایک منٹ بتانے لگتی ہیں۔ اب آپ ذرا غور کی نگاہ سے دیکھیے۔ گھنٹے کے بنانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ صحیح وقت بتائے۔ اسی مقصد کیلئے گھنٹے کی مشین میں وہ سب پرزے جمع کیے گئے جو صحیح وقت بتانے کیلئے ضروری تھے۔ پھر ان سب کو جوڑا گیا کہ سب مل کر باقاعدہ حرکت کریں اور ہر پرزہ وہی کام اور اتنا ہی کام کرتا چلا جائے جتنا صحیح وقت بتانے کیلئے اس کو کرنا چاہیے۔ پھر کوک دینے کا قاعدہ مقرر کیا گیا تا کہ ان پرزوں کو ٹھیرنے نہ دیا جائے اور تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد ان کو حرکت دی

جاتی رہے۔ اس طرح جب تمام پرزوں کو ٹھیک ٹھیک جوڑا گیا اور ان کو کوک دی گئی تب کہیں یہ گھنٹہ اس قابل ہوا کہ وہ مقصد پورا کرے جس کیلئے یہ بنایا گیا ہے۔ اگر آپ اُسے کوک نہ دیں تو یہ وقت نہیں بتائے گا۔ اگر آپ کوک دیں لیکن اس قاعدے کے مطابق نہ دیں جو کوک دینے کیلئے مقرر کیا گیا ہے، تو یہ بند ہو جائے گا، یا چلے گا بھی تو صحیح وقت نہ بتائے گا۔ اگر آپ اس کے بعض پرزے نکال کر اس کی جگہ سنگر مشین کے پرزے لگا دیں اور پھر کوک دیں تو یہ نہ وقت بتائے گا اور نہ کپڑا ہی سیئے گا۔ اگر آپ اس کے سارے پرزے اس کے اندر ہی رہنے دیں لیکن ان کو کھول کر ایک دوسرے سے الگ کر دیں تو کوک دینے سے کوئی پرزہ بھی حرکت نہ کرے گا۔ کہنے کو سارے پرزے اس کے اندر موجود ہوں گے مگر محض پرزوں کے موجود رہنے سے یہ مقصد حاصل نہ ہوگا جس کیلئے گھنٹہ بنایا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی ترتیب اور ان کا آپس کا تعلق آپ نے توڑ دیا ہے جسکی وجہ سے وہ مل کر حرکت نہیں کر سکتے۔ یہ سب صورتیں جو میں نے آپ سے بیان کی ہیں ان میں اگر چہ گھنٹے کی ہستی اور اس کو کوک دینے کا فعل دونوں بیکار ہو جاتے ہیں لیکن دور سے دیکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ گھنٹہ نہیں ہے یا آپ کوک نہیں دے رہے ہیں۔ وہ تو یہی کہے گا کہ صورت بالکل گھنٹے جیسی ہے اور یہی امید کرے گا کہ گھنٹے کا جو فائدہ ہے وہ اس سے حاصل ہونا چاہیے۔ اسی طرح دور سے جب وہ آپ کو کوک دیتے ہوئے دیکھے گا تو یہی خیال کرے گا کہ آپ واقعی گھنٹے کو کوک دے رہے ہیں، اور یہی توقع کرے گا کہ گھنٹے کو کوک دینے کا جو نتیجہ ہے وہ ظاہر ہونا چاہیے۔ لیکن یہ توقع پوری کیسے ہو سکتی ہے جبکہ یہ گھنٹہ بس دور سے دیکھنے ہی کا گھنٹہ ہے اور حقیقت میں اس کے اندر گھنٹہ پن باقی نہیں رہا ہے۔

اُمت مسلمہ کا مقصد

یہ مثال جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے اس سے آپ سارا معاملہ سمجھ سکتے ہیں۔ اسلام کو اسی گھنٹے پر قیاس کر لیجئے۔ جس طرح گھنٹے کا مقصد صحیح وقت بتانا ہے اُسی طرح اسلام کا مقصد یہ ہے کہ زمین میں آپ خدا کے خلیفہ، خلق پر خدا کے گواہ اور دنیا میں دعوتِ حق کے علمبردار بن کر رہیں، خود خدا کے حکم پر چلیں، سب پر خدا کا حکم چلائیں، اور سب کو خدا کے قانون کا تابع بنا

کر رکھیں۔اس مقصد کو صاف طور پر قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے کہ:۔

کنتم خیرا اُمة اُخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللّٰہ۔ (آل عمران:110)

''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے نوع انسانی کیلئے نکالا گیا ہے۔تمہارا کام یہ ہے کہ سب انسانوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور اللہ پر ایمان رکھو''۔

وکذلك جعلنکم اُمة و سطا لتکونوا شھدا علی الناس (بقرہ-۱۴۳)

''اور اس طرح ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو''۔

وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض (نور:۵۵)

''اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ ضرور ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا''۔

و قاتلوھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله للّٰہ (انفال-39)

''اور لوگوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ غیر اللہ کی بندگی کا فتنہ مٹ جائے اور اطاعت پوری کی پوری صرف اللہ کیلئے ہو''۔

اسلامی احکام باہم مربوط ہیں جیسے گھڑی کے پرزے

اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے گھنٹے کے پرزوں کی طرح اسلام میں بھی وہ تمام پرزے جمع کیے گئے ہیں جو اس غرض کیلئے ضروری اور مناسب تھے۔دین کے عقائد و اخلاق کے اصول،معاملات کے قاعدے،خدا کے حقوق،بندوں کے حقوق،خود اپنے نفس کے حقوق،دنیا کی ہر چیز کے حقوق جس سے آپ کو واسطہ پیش آتا ہے،کمانے کے قاعدے اور خرچ کرنے کے طریقے،جنگ کے قانون اور صلح کے قاعدے،حکومت کرنے کے طریقے،حکومت کرنے کے قوانین اور حکومت اسلامی کی اطاعت کرنے کے ڈھنگ،یہ سب اسلام کے پرزے ہیں اور ان کو گھڑی کے پرزوں کی طرح ایک ایسی ترتیب سے ایک دوسرے کے ساتھ کسا گیا ہے کہ جونہی اس میں کوک دی جائے،ہر پرزہ دوسرے پرزوں کے ساتھ مل کر حرکت کرنے لگے اور ان سب کی حرکت سے

اصل نتیجہ یعنی اسلام کا غلبہ اس دنیا پر خدائی قانون کا تسلط اس طرح مسلسل ظاہر ہونا شروع ہو جائے جس طرح اس گھنٹے کو آپ دیکھ رہے ہیں اس کے پرزوں کی حرکت کے ساتھ ہی باہر کے سفید تختے پر نتیجہ برابر ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے۔ گھڑی میں پرزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھے رکھنے کیلئے چند کیلیں اور چند پتیاں لگائی گئی ہیں اسی طرح اسلام کے تمام پرزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جڑا رکھنے اور ان کی صحیح ترتیب قائم رکھنے کیلئے وہ چیز رکھی گئی ہے جسکو نظام جماعت کہا جاتا ہے، یعنی مسلمانوں کا ایک سردار جو دین کا صحیح علم اور تقویٰ کی صفت رکھتا ہو۔ جماعت کے دماغ مل کر اس کی مدد کریں، جماعت کے ہاتھ پاؤں اس کی اطاعت کریں، ان سب کی طاقت سے وہ اسلام کے قوانین نافذ کرے اور لوگوں کو اُن قوانین کی خلاف ورزی سے روکے۔ اس طریقے سے جب سارے پرزے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جائیں اور ان کی ترتیب ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے تو ان کو حرکت دینے اور دیتے رہنے کیلئے کوک کی ضرورت ہوتی ہے، اور وہی کوک یہ نماز ہے جو ہر روز پانچ وقت پڑھی جاتی ہے۔ پھر اس گھڑی کو صاف کرتے رہنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور وہ صفائی یہ روزے ہیں جو سال بھر میں تیس دن رکھے جاتے ہیں۔ اور اس گھڑی کو تیل دیتے رہنے کی بھی ضرورت ہے، سو زکوٰۃ وہ تیل ہے جو سال بھر میں ایک مرتبہ اس کے پرزوں کو دیا جاتا ہے۔ یہ تیل کہیں باہر سے نہیں آتا بلکہ اسی گھڑی کے بعض پرزے تیل بناتے ہیں اور بعض سوکھے ہوئے پرزوں کو روغن دار کر کے آسانی کے ساتھ چلنے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ پھر اسے کبھی کبھی اوور ہال کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، سو وہ اوور ہالنگ حج ہے جو عمر میں ایک مرتبہ کرنا ضروری ہے، اور اس سے زیادہ جتنا کیا جا سکے اتنا ہی بہتر ہے۔

متفرق پرزوں کا جوڑ کارآمد نہیں

اب آپ غور کیجیے کہ یہ کوک دینا اور صفائی کرنا اور تیل دینا اور اوور ہال کرنا اسی وقت تو مفید ہو سکتا ہے جب اس فریم میں اسی گھڑی کے سارے پرزے موجود ہوں، ایک دوسرے کے ساتھ اُسی ترتیب سے جڑے ہوئے ہوں جس سے گھڑی ساز نے انہیں جوڑا تھا، اور ایسے تیار رہیں کہ کوک دیتے ہی اپنی مقررہ حرکت کرنے لگیں اور حرکت کرتے ہی نتیجہ دکھانے لگیں۔ لیکن یہاں معاملہ ہی کچھ دوسرا ہو گیا ہے۔ اول تو وہ نظام جماعت ہی باقی نہیں رہا جس سے اس گھڑی کے

پرزوں کو باندھا گیا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ سارے پیچ ڈھیلے ہوگئے اور پرزہ پرزہ الگ ہو کر بکھر گیا۔ اب جو جس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے۔کوئی پوچھنے والا ہی نہیں، ہر شخص مختار ہے۔اس کا دل چاہے تو اسلام کے قانون کی پیروی کرے اور نہ چاہے تو نہ کرے۔اس پر بھی آپ لوگوں کا دل ٹھنڈا نہ ہوا تو آپ نے اس گھڑی کے بہت سے پرزے نکال ڈالے اور ان کی جگہ ہر شخص نے اپنی اپنی پسند کے مطابق جس دوسری مشین کا پرزہ چاہا لا کر اس میں فٹ کر دیا۔کوئی صاحب سنگر مشین کا پرزہ پسند کر کے لے آئے، کسی صاحب کو آٹا پیسنے کی چکی کا کوئی پرزہ پسند آ گیا تو وہ اُسے اُٹھا لائے۔اور کسی صاحب نے موٹر لاری کی کوئی چیز پسند کی تو اسے لا کر گھڑی میں لگا دیا۔اب آپ مسلمان بھی ہیں اور بینک سے سودی کاروبار بھی چل رہے ہیں۔انشورنس کمپنی میں بیمہ بھی کرا رکھا ہے۔عدالتوں میں جھوٹے مقدمے بھی کر رہے ہیں۔کفر کی وفادارانہ خدمت بھی ہو رہی ہے۔ بیٹیوں اور بہنوں اور بیویوں کو میم صاحب بھی بنایا جا رہا ہے۔بچوں کو مادہ پرستانہ تعلیم بھی دی جا رہی ہے۔گاندھی صاحب کی پیروی بھی ہو رہی ہے اور لینن صاحب کے راگ بھی گائے جا رہے ہیں۔غرض کوئی غیر اسلامی چیز ایسی نہیں رہی جسے ہمارے بھائی مسلمانوں نے لا لا کر اسلام کی گھڑی کے فریم میں ٹھونس نہ دیا ہو۔

غیر متوقع نتائج کے مخاطب

یہ سب حرکتیں کرنے کے بعد اب آپ چاہتے ہیں کہ کوک دینے سے یہ گھڑی چلے اور وہی نتیجہ دکھائے جس کیلئے اس گھڑی کو بنایا گیا تھا اور صفائی کرنے اور تیل دینے اور او ورہال کرنے سے وہی فائدے ہوں جو ان کاموں کیلئے مقرر ہیں۔مگر ذرا عقل سے آپ کام لیں تو آسانی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو حال آپ نے اس گھڑی کا کر دیا ہے اس میں تو عمر بھر کوک دینے اور صفائی کرنے اور تیل دیتے رہنے سے بھی کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔جب تک آپ باہر سے آئے ہوئے تمام پرزوں کو نکال کر اُس کے اصلی پرزے اس میں نہ رکھیں گے اور پھر ان پرزوں کو اسی ترتیب کے ساتھ جوڑ کر کس نہ دیں گے جس طرح ابتدا میں انہیں جوڑا اور کسا گیا تھا، آپ ہرگز ان نتائج کی توقع نہیں کر سکتے جو اس سے کبھی ظاہر ہوئے تھے۔

عبادات بے اثر ہونے کی اصل وجہ

خوب سمجھ لیجئے کہ یہ اصلی وجہ ہے آپ کی نمازوں اور روزوں اور زکوٰۃ اور حج کے بے نتیجہ ہو جانے کی۔ اول تو آپ میں سے نمازیں پڑھنے والے اور روزے رکھنے والے اور زکوٰۃ اور حج ادا کرنے والے ہیں ہی کتنے۔ نظام جماعت کے بکھر جانے سے ہر شخص مختار مطلق ہو گیا ہے۔ چاہے اِن فرائض کو ادا کرے، چاہے نہ کرے۔ کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ پھر جو لوگ انہیں ادا کرتے ہیں وہ بھی کس طرح کرتے ہیں؟ نماز میں جماعت کی پابندی نہیں اور اگر کہیں جماعت کی پابندی ہے بھی تو مسجدوں کی امامت کیلئے اُن لوگوں کو چنا جاتا ہے جو دنیا میں کسی اور کام کے قابل نہیں ہوتے۔ مسجد کی روٹیاں کھانے والے، جاہل، کم حوصلہ اور پست اخلاق لوگوں کو آپ نے اُس نماز کا امام بنایا ہے جو آپ کو خدا کا خلیفہ اور دنیا میں خدائی فوجدار بنانے کیلئے مقرر کی گئی تھی۔ اسی طرح روزے اور زکوٰۃ اور حج کا جو حال ہے وہ بھی ناقابل بیان ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود آپ کہہ سکتے ہیں کہ اب بھی بہت سے مسلمان اپنے فرائض دینی بجالانے والے ضرور ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں گھڑی کا پرزہ پرزہ الگ کر کے اور اس میں باہر کی بیسیوں چیزیں داخل کر کے آپ کا کوک دینا اور نہ دینا، صفائی کرنا اور نہ کرنا، تیل دینا اور نہ دینا، دونوں بے نتیجہ ہیں۔ آپ کی یہ گھڑی دور سے گھڑی ہی نظر آتی ہے۔ دیکھنے والا یہی کہتا ہے کہ یہ اسلام ہے اور آپ مسلمان ہیں۔ آپ جب اس گھڑی کو کوک دیتے اور صفائی کرتے ہیں تو دور سے دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ واقعی آپ کوک دے رہے اور صفائی کر رہے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ نماز، نماز نہیں ہے، یا یہ روزے، روزے نہیں ہیں۔ مگر دیکھنے والوں کو کیا خبر کہ اس ظاہری فریم کے اندر کیا کچھ کارستانیاں کی گئی ہیں۔

ہماری افسوس ناک حالت

برادرانِ اسلام، میں نے آپ کو اصلی وجہ بتا دی ہے کہ آپ کے یہ مذہبی اعمال آج کیوں بے نتیجہ ہو رہے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کے باوجود آپ خدائی فوجدار بننے کے بجائے کفار کے قیدی اور ہر ظالم کے تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ اگر برا نہ مانیں تو میں آپ کو اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات بتاؤں۔ آپ کو اپنی اس حالت کا رنج اور اپنی مصیبت کا احساس تو ضرور ہے مگر آپ کے اندر ہزار میں سے نوسو ننانوے بلکہ اس سے بھی

زیادہ لوگ ایسے ہیں جو اس حالت کو بدلنے کی صحیح صورت کیلئے راضی نہیں ہیں۔تو اسلام کے اس گھنٹے کو جس کا پرزہ پرزہ اندر سے الگ کر دیا گیا ہے اور جس میں اپنی اپنی پسند کے مطابق ہر شخص نے کوئی نہ کوئی چیز ملا رکھی ہے، از سر نو مرتب کرنا برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب اس میں سے بیرونی چیزیں نکالی جائیں گی تو لامحالہ ہر ایک کی پسند کی چیز نکالی جائے گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دوسروں کی پسند کی چیزیں تو نکال دی جائیں، مگر آپ نے خود باہر کا جو پرزہ لا کر لگا رکھا ہوا سے رہنے دیا جائے۔ اسی طرح جب اسے کسا جائے گا تو سب ہی اس کے ساتھ کسے جائیں گے، یہ ممکن نہیں کہ اور سب تو کس دیے جائیں مگر صرف ایک آپ ہی ایسے پرزے ہوں جسے ڈھیلا چھوڑ دیا جائے۔ بس یہی وہ چیز ہے کہ جب اس کو کسا جائے گا تو وہ خود بھی اس کے ساتھ کسے جائیں گے، اور یہ ایسی مشقت ہے جسے برضا و رغبت گوارا کرنا لوگوں کیلئے مشکل ہے۔ اس لئے وہ بس یہ چاہتے ہیں کہ یہ گھنٹہ اسی حال میں دیوار کی زینت بنا رہے اور دور سے لا کر لوگوں کو اسی کی زیارت کرائی جائے، اور انہیں بتایا جائے کہ اس گھنٹے میں ایسی اور ایسی کرامات چھپی ہوئی ہیں۔ اس سے بڑھ کر جو لوگ کچھ زیادہ اس گھنٹے کے ہوا خواہ ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اسی حالت میں اس کو خوب دل لگا لگا کر کوک دی جائے اور نہایت تن دہی کے ساتھ اس کی صفائی کی جائے، مگر حاشا کہ اس کے پرزوں کو مرتب کرنے اور کسنے اور بیرونی پرزے نکال کر پھینکنے کا ارادہ نہ کیا جائے۔

کاش میں آپ کے ہاں میں ہاں ملا سکتا، مگر میں کیا کروں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس حالت میں آپ اس وقت ہیں اس میں پانچ وقت کی نمازوں کے ساتھ تہجد اور اشراق اور چاشت بھی آپ پڑھنے لگیں اور پانچ پانچ گھنٹے روزانہ قرآن بھی پڑھیں، اور رمضان شریف کے علاوہ گیارہ مہینوں میں ساڑھے پانچ مہینوں کے مزید روزے بھی رکھ لیا کریں تب بھی کچھ حاصل نہ ہوگا۔ گھڑی کے اندر اس کے اصلی پرزے رکھے ہوں اور انہیں کس دیا جائے تب تو ذرا سی کوک بھی اس کو چلا دے گی، تھوڑا سا صاف کرنا اور ذرا سا تیل دینا بھی نتیجہ خیز ہوگا۔ ورنہ عمر بھر کوک دیتے رہیے، گھڑی نہ چلتی ہے نہ چلے گی۔

وما علینا الا البلاغ۔

اسلام میں آزمائش

دورِ نبوت میں شہادت کی ایک مثال

(استاز فتحی یکن)

دورِ نبوت میں کتنے ہی داعیانِ حق شہید ہو گئے جنہوں نے تاریخ کا شرف بڑھا دیا اور انسانیت کی پیشانی کو فخر سے بلند کر دیا۔

یہاں ہم صرف خبیب بن عدیؓ کی شہادت کی مثال بیان کرتے ہیں دیکھئے، عقیدہ جب دلوں میں جڑ پکڑ لیتا تو کیا رنگ دکھاتا ہے:۔

خبیبؓ مدینہ سے عضل اور قارہ کی طرف جا رہے تھے تا کہ دعوتِ دین کی اس ذمہ داری کو پوری کر سکیں جو اللہ کے رسولؐ نے آپ پر ڈالی تھی۔ راستے میں گرفتار کر لئے گئے اور مجرمین نے انہیں مکہ لیجا کر حجر بن ابی اہاب تمیمی کے ہاتھ بیچ دیا تا کہ وہ انہیں اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر ڈالے جسے غزوہ بدر میں مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا۔ متعینہ دن مشرکین قتل کرنے کے لئے تنعیم (مکہ کے مشرق میں ایک جگہ) میں انہیں لے گئے تا کہ پھانسی دے دیں۔ خبیبؓ نے ان لوگوں سے کہا:۔ اگر تم لوگ مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت دو تو اچھا ہے۔ مشرکین نے کہا: اجازت ہے چنانچہ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر فرمایا:۔

"اگر تم لوگ یہ نہ سوچتے کہ میں موت سے ڈر کر لمبی نماز پڑھ رہا ہوں تو اور نمازیں پڑھتا"۔

جب خبیبؓ لکڑی کے تختے پر لیجائے گئے تو مشرکین نے کہا:۔

"اسلام سے باز آ جاؤ، ہم تمہیں آزاد کر دیں گے"۔

آپؓ نے فرمایا:۔

"بخدا میں اسلام سے نہیں پھر سکتا چاہے روئے زمین کی ساری دولت میرے قدموں میں ڈھیر کی دی جائے"۔

"خبیب، باز آ جاؤ"۔

''میں کبھی باز نہیں آ سکتا''۔

''لات کی قسم، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے''۔

''اللہ کی راہ میں میرا قتل ہونا، بہت معمولی بات ہے''۔

مشرکین نے آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف سے ہٹادیا تو آپ نے فرمایا: تم میرا چہرہ گھما کر کیا بگاڑ لو گے اس لئے کہ:۔

فاینما تولوا فثم وجه الله ۔(بقرہ:۱۱۵)

(جس طرف بھی تم رُخ کرو گے، اسی طرف اللہ کا رُخ ہے)

پھر بلند آواز میں دُعا کی:۔

''اے اللہ، میرے سامنے صرف دشمنوں کے چہرے ہیں ۔اے اللہ یہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیرے رسول کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دے تو تو، ہی میرا اسلام پہنچا''۔

اس وقت رسول اللہ اپنے ساتھیوں کے جھرمٹ میں مدینہ میں تھے۔اچانک وحی کی کیفیت آپ پر طاری ہوئی پھر اس کے بعد فرمایا۔

''جبرئیل آئے تھے۔وہ خبیب کی طرف سے مجھے سلام کہہ رہے تھے''۔

چالیس مشرکین خبیبؓ کے قریب آ گئے۔ان کے ہاتھوں میں نیزے تھے۔ان سبھوں نے کہا:۔اسی نے تمہارے باپوں کو بدر میں قتل کیا ہے۔

خبیبؓ نے دُعا کی:۔

''اے اللہ ہم نے تیرے رسول کا پیغام پہنچا دیا، تو صبح سویرے میرے ساتھ ہونے والے سلوک سے انہیں باخبر کر دیجیو۔اے اللہ تو انہیں شمار کر لے اور انہیں بری طرح ملیا میٹ کر دے اور ان میں کسی کو باقی نہ چھوڑ''۔

چنانچہ اس دعا سے خوف کھا کر معاویہ بن سفیان نے اپنے کو زمین پر گرا دیا، حکیم بن حزام بھاگ کھڑے ہوئے اور جبیر بن مطعم چھپ گئے۔

جب نیزے بدن کو چھلنی کرنے لگے تو کعبہ کی طرف گھوم گئے اور یہ کلمات زبان سے ادا

کئے۔

الحمد للّٰہ الذی جعل و جھی نحو قبلته التی ارتضیٰ لنفسه و لنبیه وللمومنینo

(تمام حمد اس خدا کی ہے جس نے میرا چہرہ اپنے اسی قبلہ کی طرف کیا جسے اس نے اپنے لئے، اپنے نبی کیلئے اور تمام مسلمانوں کیلئے پسند فرمایا ہے۔)

پھر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے مشہور اشعار کہے:۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا
قبائِلهم واستجمعوا کل مجمع
وقد جمعوا ابناء هم و نساء هم
وقربت من جذع طویل ممنع
الی اللّٰه اشکوا عزبتی ثم کربتی
وما جمع الاحزاب لی هول مصرعی
فذ العرش صبرنی علی ما یرادبی
فقد بضعو لحمی وقد یاس مطمعی
وقد خیرونی الکفر والموت دونه
وقد ذرنت عینا ی من غیر مجزع
وما بی حذار الموت انی میت
ولکن حذاری جحیم نار ملنع
وذاك فی ذات الا له وان یشا
یبارك علی اوصال شلو ممزع
فلست اُبالی حین اقتل مسلما
علی ای جنب کان فی اللّٰه مصری

ترجمہ:۔

تمام پارٹیوں نے میرے اردگرد اپنے قبیلے جمع کر دیئے ہیں اور ہر طرح کے لوگوں کو اکٹھا کیا ہے۔

انہوں نے اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو سمیٹ لیا ہے اور مجھے کھجور کے لمبے تنے کے قریب کر دیا ہے۔

میں اللہ ہی سے اپنی اجنبیت، درد و کرب اور ان چیزوں کی فریاد کرتا ہوں جنہیں دشمن گروہوں نے میرے اردگرد اکٹھا کر دیا ہے۔

عرش والے! میرے ساتھ ہونے والے اس سلوک پر مجھے ثابت قدم رکھ، انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور میری آرزو منقطع ہو چکی ہے!

اُنہوں نے مجھے کفر اور موت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا اختیار دیا اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں لیکن ان میں جزع فزع نہیں ہے۔

مجھے موت کی دھمکی دے کر یہ لوگ کیا کریں گے جبکہ مجھے کسی دن بہر حال مرنا ہے لیکن میں انہیں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے ہوشیار کرتا ہوں۔

یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہوا۔ اگر وہ چاہے تو ان بوسیدہ ہڈیوں میں بھی برکت عطا کر دے۔

جب میں مسلمان کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ کس پہلو مجھے اللہ کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہے۔

دُشمنانِ خدا خبیبؓ کے جسم کو نیزوں سے چھلنی کرتے رہے اور وہ مسلسل **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کے کلمات دہراتے رہے یہاں تک کہ آخری ہچکی لی اور آپ کی پاکیزہ روح خدا کی بارگاہ میں ظالموں کے ظلم کے خلاف فریاد کرنے کیلئے ملاءِ اعلیٰ میں پہنچ گئی۔

آزمائش۔۔تابعین کے دور میں

صحابہ کا دور ختم ہوتا ہے اور تابعین کا زمانہ آتا ہے اور تاریخ ہمیں مختلف قسم کی آزمائشوں کا

مطالعہ کراتی ہے، اس مرحلہ میں اسلام کی تخریب اور انہدام کا کام اس کے سپوت اور دُشمن دونوں کرتے ہیں اور اقتدار پر وہ ظالم و جابر حکمران قابض ہو جاتے ہیں جو مسلمانوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔

حجاج بن یوسف

۷۵ھ میں حجاج بن یوسف عراق کا حاکم مقرر ہوتا ہے اور یہ اسلامی ملک اس کے زمانے میں اپنے تاریک ترین دور سے گزرتا ہے۔ حجاج ہر ظالم و جابر حکمران کی طرح باشندگان ملک سے معاملہ کرتا ہے جس کا مقصد اپنی قوت و جبروت کے سامنے عوام کو جھکانا اور اپنے اقتدار کی عمارت کھڑی کرنا ہوتا ہے چاہے یہ عمارت لاشوں اور انسانی ملبوں ہی پر کیوں نہ کھڑی ہو۔

حجاج اسلام اور مسلمانوں کیلئے بلائے عظیم تھا۔ اس نے اسلام کی طرف انتساب کر کے خود اسلام کا چہرہ بگاڑ دیا اور دین کے نام پر حکومت کر کے خود دین کو مسخ کر دیا۔ اس نے عوام کے منہ پر تالے لگا دیئے اور ہر اُس شخص کیلئے اپنی تلوار بے نیام کر دی جو اس کی اطاعت کا انکار کرے۔

سعید بن جبیرؒ

اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں یہ سنت رہی ہے کہ وہ ظالموں اور جابروں کے سامنے ایسے مردان کار لا کھڑا کرتا ہے جو ظلم و جبر سے ذرا بھی خوف نہیں کھاتے اپنی آنکھوں کے سامنے ان کی تربیت کرتا ہے اور ان کے اندر جرات و شجاعت اور بے باکی پیدا کر دیتا ہے۔

سعید بن جبیر انہی پاک طینت افراد میں سے ہیں جو اپنے نفس کی لذتوں سے چھٹکارا پا جاتے ہیں، دُنیا ان کی نگاہوں میں حقیر اور بے وزن ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو اللہ کی نذر کر دیتے ہیں۔

جب حجاج نے ان کے قتل کا عزم مصمم کیا اور ان سے چھٹکارا پانے کی تدبیر کی تو ان کی طلبی کیلئے فوجیں بھیجیں۔ وہ لوگ انہیں لے آئے اور حجاج کے سامنے کھڑا کر دیا۔

حجاج نے ان کا نام پوچھا۔

فرمایا: سعید بن جبیر۔

حجاج: نہیں بلکہ شقی بن کسیر ہو (استہزاء کرتے ہوئے)

سعید: میری ماں میرے نام کے بارے میں تم سے زیادہ جانتی تھی۔

حجاج: تم بھی بد بخت ہو اور تمہاری ماں بھی۔

سعید: غیب کا علم تو کسی اور کو ہے۔

حجاج: ہم تم کو دنیا ہی میں بھڑکتی آگ میں ڈال دیں گے۔

سعید: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں ہے تو میں تجھے خدا بنا لیتا۔

حجاج: محمد ﷺ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟

سعید: آپ نبی رحمت تھے اور ہدایت کے امام تھے۔

حجاج: کیا بات ہے کہ تجھے ہنسی نہیں آتی؟

سعید: مٹی کا بنا ہوا انسان کیسے ہنس سکتا ہے جبکہ مٹی کو آگ کھا جائے گی۔

حجاج: پھر ہم لوگ کیوں ہنس لیتے ہیں؟

سعید: سارے دل یکساں نہیں ہوتے۔

حجاج نے ان کو ذلیل کرنے کی دوسری ترکیب سوچی۔ اس نے سونا چاندی، مال و دولت اور یاقوت و جواہر اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان چیزوں کے ڈھیر لگ گئے۔ لیکن یہ دنیوی مرغوبات ایسے دل میں بھلا کیسے راستہ بنا سکتی ہیں جس میں اللہ کی یاد بسی ہو اور دنیا سے اس نے کنارہ کشی اختیار کر لی ہو؟

سعید نے کہا: اگر تو نے یہ مال و دولت اس لئے جمع کر رکھی ہے تا کہ روز قیامت اسے فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کر لے تو یہ تیری غلطی اور بھول ہے۔ بس ایک جھٹکا دودھ پلانے والی ماں کو اپنے بچے سے غافل کر دے گا اور جو چیز دنیا کیلئے جمع کی گئی ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس مال کے جو پاک ہو اور صاف ستھرا ہو۔

حجاج نے موسیقی کا حکم دیا تو بانسری بجائی گئی، نغمہ چھیڑ دیا گیا اور چنگ و رباب کی تانیں گونج

اُٹھیں لیکن سعید رو پڑے۔

حجاج نے پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ کیا اس لئے کہ یہ لہو ولعب ہے؟

سعید: نہیں بلکہ یہ درد وغم کا سامان ہے۔ بانسری کی آواز نے مجھے ایک بڑے دن کی یاد دلا دی جب صور پھونکا جائے گا۔ رہی یہ لکڑی تو یہ درخت ناحق کاٹ دیا گیا ہے اور یہ تانت تو بکریوں کی آنتیں ہیں جنہیں تیرے ساتھ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

حجاج: تیرا برا ہوا ے سعید!

سعید: برائی تو اس کیلئے ہے جو جنت سے ہٹا دیا گیا اور جہنم میں داخل کر دیا گیا۔

حجاج: سعید، بتاؤ کونسی قتل تم پسند کرو گے؟

سعید: نہیں، بلکہ تم اپنے لئے پسند کرو حجاج۔ بخدا آج تم جس طرح مجھے قتل کرو گے، اسی طرح قیامت کے دن تمہیں قتل کیا جائے گا۔

حجاج: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں معاف کر دوں؟

سعید: اگر معافی کی اُمید ہو سکتی ہے تو اللہ ہی سے ہو سکتی ہے لیکن تم کو کوئی چھٹکارا ہو گا نہ تمہارا کوئی عذر سنا جائے گا۔

حجاج: اسے لیجاؤ اور قتل کر دو۔

جب کمرے سے لیکر فوجی انہیں نکلے تو انہیں ہنسی آ گئی۔ حجاج کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس نے واپس لانے کا حکم دیا اور ان سے پوچھا کیا بات ہے کیوں ہنس رہے ہو؟

سعید نے کہا! مجھے اللہ کے خلاف تمہاری جرات پر ہنسی آ رہی ہے حالانکہ اللہ تم سے چشم پوشی کر رہا ہے!

حجاج نے کہا: اسے قتل کر دو۔

سعید: **اِنی وجھت وجھی للذی فطرت السموت والارض حنیفا مسلمًا وما انا من المشرکین** ۔(میں نے اپنا رُخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں

اورزمین کو پیدا کیا میں یکسو ہوں مسلمان ہوں اور شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)

حجاج: اس کا رُخ قبلہ سے بدل کر دوسری طرف کردو۔

سعید: فاینما تولوا فثم وجه اللّٰه (البقرہ:۱۱۵)

(جس طرف بھی تم رُخ کرو گے اسی طرف اللہ کا رُخ ہے۔)

حجاج: اسے منہ کے بل لٹادو۔

سعید: منها خلقنكم و فيها نعيدكم و منها نخرجكم تارةً أُخرى۔ (طٰہٰ:۵۵)

(اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔)

حجاج: اسے ذبح کردو۔

سعید: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔اسے میری طرف سے لے لو یہاں تک کہ روز قیامت تم مجھ سے ملو گے۔پھر سعید نے اللہ سے دُعا کی:۔

''اے اللہ تو میرے بعد اسے کسی پر قابو نہ دینا کہ اُسے یہ قتل کرسکے''۔

پھر فوجیوں نے انہیں ذبح کردیا۔ انا للّٰه وانا اليه راجعون۔

حجاج اس کے بعد پندرہ دن اور زندہ رہا اور پھر مر گیا۔

آزمائش ماضی اور حال کے درمیان

اس طرح تاریخ کے اسٹیج پر حق و باطل کے درمیان کشمکش کے نقوش نمایاں ہیں صورت ایک ہے، شکلیں مختلف ہیں اس میں زمانے اور اشخاص بدلتے رہتے ہیں لیکن حقیقت ایک ہی رہتی ہے وہ یہ کہ ایمان ہر دور میں غالب ہوا ہے اور ہر زمانے میں حق کو فتح حاصل ہوئی ہے۔مردانگی کے یہ نمونے اسلامی عقیدے ہی کے پیداوار ہیں۔یہ پیداوار نبوت کے مدرسہ ہی سے ہوسکتی ہے۔کہیں اور سے اس طرح کے نمونے نہیں مل سکتے۔

یہ دین اپنی طویل ترین تاریخ میں اپنے سورماؤں اور حق کو سپہ سالاروں کی وجہ سے ممتاز و منفرد رہا ہے اور یہ جرات وشجاعت تنہا اسی کا کارنامہ ہے۔

امام حسن البناؒ شہید

بیسویں صدی کے آغاز میں اُمت مسلمہ دورِ جدید کے ایک اسلامی سورما کا جاہ وجلال دیکھ رہی تھی اور وہ سورما حسن البناؒ شہید تھے۔

حسن البنا ایک ایسے ماحول میں پیدا ہوئے جہاں جاگیرداری کا دور دورہ تھا، بدعات و خرافات کی دھوم تھی، جاہلیت اپنی تمام خصوصیات اور عادات و رسوم کے ساتھ موجود تھی اور برطانوی استعمار نے پوری سوسائٹی کو تہ وبالا کردیا اور اس کی مادی ومعنوی قوتوں کو پارہ پارہ کردیا تھا۔ایسے ماحول میں حسن البنا نے ایک گونج دار آواز بلند کی جس نے سوئے ہوؤں کو بیدار کردیا، غفلت وسرمستی میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو چوکنا کردیا اور مسلمانوں کے احساسات وجذبات میں حرکت وہلچل پیدا کردی۔

اس آواز کی بازگشت ہر جگہ سنائی دی اور ہر صنف سے سینکڑوں افراد نے اس آواز پر لبیک کہا اور زمانے نے ایک ایسی اسلامی تحریک کی صورت میں اسے نمایاں کیا جو جلد ہی اسلامی دنیا کی سماعت اور بصارت بن گئی۔

حسن البنا کی نظر ابتدا ہی سے ان تمام آزمائشوں پر تھی جو زمانے کے واقعات وحالات میں چھپی ہوئی تھیں وہ اول روز سے ہی تمام ممکنہ خطرات کیلئے داعیانِ حق کو تیار کررہے تھے۔اپنی خاص وعام گفتگوؤں میں انہیں اس حقیقت سے روشناس کراتے تھے:۔

''یہ بلاشبہ تمہارے امتحان وآزمائش کی گھڑی ہوگی، تمہیں جیلوں میں ڈال دیا جائے گا، پابجولاں کئے جاؤ گے، گھر سے بے گھر کئے جاؤ گے، وطن کی فضاؤں سے محرومی ہوگی، تمہارے ادارے ضبط ہوں گے۔تمہارے گھروں کی تلاشی ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ امتحان کی یہ گھڑی غیر معمولی طور پر لمبی ہوجائے''۔

ایک دن کارکنوں کے سامنے تقریر کی اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتو الکتب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا ، وان تصبروا وتتقوا فان ذالك من عزم الامورo(آل عمران:۱۸۶)

(تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے، اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا پرستی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔)

دعوتوں اور ان کے علمبرداروں کے سلسلے میں یہی اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ انہیں ان کے جان و مال، رزق و کسب، اولاد اور حساب کے ذریعہ آزماتا ہے، ظلم وستم، تعذیب وایذا دہی، مکرو کید، الزام و بہتان اور مخالفین کے مختلف ہتھکنڈوں کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے اور دعوت کی حقیقت سے ناآشنا افراد اور حکومتیں ان کے راستے میں کانٹے بچھاتی ہیں:۔

فلن تجد لسنت اللّٰه تبديلا۔ ولن تجد لسنت اللّٰه تحويلًاo(فاطر:۴۳)

(تم اللہ کے طریقوں میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ کی سنت کو اس کے مقررہ راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء اور رُسل بھیجے وہ سب خیر و ہدایت اور صراط مستقیم کے علمبردار بن کر آئے تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف اور ان کے رب کی اجازت سے صراطِ حمید کی طرف لے آئیں۔

یہی پیغام لے کر نوح علیہ السلام آئے، ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کا مقصد یہی تھا، موسیٰؑ نے اسی کی دعوت دی اور اسی کی خاطر عیسیٰؑ مبعوث کئے گئے اور انہی حقائق کو لے کر حضور اکرمؐ تشریف لائے۔

یہی اللہ کی سنت ہے جو کبھی بدل نہیں سکتی۔

وكذلك جعلنا لكل نبي عدوا من المجرمين ۔ وكفى بربك هاديا و نصيرا٥ (فرقان:۳۱)

(اے نبیؐ، ہم نے اسی طرح مجرموں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے اور تمہارے لئے تمہارا رب ہی رہنمائی اور مدد کو کافی ہے۔)

کسی بے تکلف محفل میں حسن البنا نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا:

''خواب کی حالت میں سیدنا عمرؓ میرے پاس آئے اور آواز بلند مجھے بتایا کہ: اے حسن تم قتل کئے جاؤ گے۔ میں نیند سے بیدار ہو گیا اور اللہ کی حمد کی پھر دوبارہ سو گیا تو ہاتف غیبی نے صدا لگائی: اے حسن تم قتل کئے جاؤ گے۔ پھر میں اُٹھ کھڑا ہوا اور فجر تک تہجد پڑھتا رہا''۔

اور یہی ہوا۔ دشمنانِ اسلام نے اسلامی تحریک کی قوت اور اپنے وجود کیلئے اس کے خطرے کو جلد ہی بھانپ لیا اور اپنی چالبازیوں اور سازشوں کی آگ بھڑکانے لگے۔

اور ۱۲ فروری ۱۹۴۹ء کو بادشاہ فاروق کے اعوان و انصار انگریزوں کے اشارے پر بدترین جرم کا ارتکاب کر گزرے اور دن کے اُجالے میں اور قاہرہ کی بڑی سڑک پر حسن البنا راتفل کی گولی سے شہید کر دیئے گئے۔

حسن البناء ایسے وقت میں انتقال کر گئے جبکہ اُمت اسلامیہ کو ان کی اور اُن جیسے لوگوں کی بہت سخت ضرورت تھی۔

صاحب عقیدہ رجال قیمت چکاتے ہیں

دعوت کی زندگی میں آزمائش سخت ہو جاتی ہے اور اُمت کی قیادت ایسے سرکش و ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں میں آ جاتی ہے جو مسلمانوں کو بدترین عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں مردوں کو قتل کرتے ہیں اور عورتوں کو بیوہ بنا دیتے ہیں اور ان پر ہر طرح کی مصیبت کی بارش کرتے ہیں۔

دعوت اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قیمت چکائے اور پوری فیاضی سے ہر طرح کی قربانی، شہادت اور خون کا نذرانہ پیش کرے۔

اور کوئی گروہ جو ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے اس کا شعور رکھتا ہو اور اسے راستے کے نشیب و فراز سے اچھی طرح آگاہی ہو اس کیلئے اس بات کی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ وہ راہ حق سے پھر جائے۔

اسلام کے خلاف اس کے سپوتوں اور دشمنوں دونوں نے سازش کی ہے اور مشرق و مغرب کی تمام طاقتوں نے اسے زک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس مقصد کیلئے رجال و افراد، مال و دولت قلم و زبان، کتابیں اور اشاعتی ادارے سبھی استعمال کئے جا رہے ہیں۔

جاہلیت کے علمبردار اپنی لیڈری کی راہ میں اسلام کے سوا کسی دوسرے نظریہ اور مذہب کو روڑا نہیں سمجھتے۔ وہ اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ اسلامی تحریک کے غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا بھانڈا پھوٹ جائے اور ان کی سازش طشت از بام ہو جائے اور نتیجہ کے طور پر گمراہی اور فریب کاری کے اسٹیج سے وہ ہمیشہ کیلئے زائل ہو جائیں۔

حسن البناء کی راہ پر شہداء کے قافلے چلتے رہے، مجاہدین کا کارواں اسی راہ پر گامزن رہا اور اپنے گرم گرم خون کا نذرانہ پیش کر کے ظالموں کا تخت ہلاتا اور ان کے محل متزلزل کرتا رہا اور کافروں کے دلوں میں رُعب ڈالتا رہا، اسی راستے پر "اسلام میں فوجداری کا قانون" کے مصنف عبدالقادر عودہ شہید گامزن رہے اور اپنے ایمان و اسلام کا اعلان کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

اور اسی راہ پر جدید فکر اسلامی کے رہنما "فی ظلال القرآن" اور "معالم فی الطریق" کے مصنف سید قطب شہید بھی چلتے رہے اور آخر میں پھانسی کے تختے پر لٹک گئے۔

شہید کے نغموں کی گونج آج بھی کائنات میں سنائی دے سکتی ہے۔ ؎

اخی ان ذرفت علی الدموع　　و بللت قبری بها فی خشوع
فاوقد لهم من رفاتی الشموع　　وسیروا بها نحو مجد تلید
اخی ان مت نلق احبابنا　　فروضات ربی أعدت لنا

و اطیار ھا رفرفت حولنا　　فطوبی لنا فی دیار الخلود

اخی ستبید جیوش الظلام　　ویشرق فی الکون فجر جدید

فاطلق لروحك اشوا قها　　تر الفجر یر مقنا من بعید

(میرے بھائی! اگر تم میرے لئے آنسو بہاتے ہو اور میری قبر کو ان پاکیزہ اشکوں سے سیراب کرتے ہو تو ایسا کرنا کہ میری لاش سے ان کیلئے ہدایت کی شمع روشن کرو!

اور اسے لے کر دیرپا اور باقی رہنے والی عزت و شرافت کے حصول کیلئے چل پڑو!

اخی: اگر ہم موت سے ہمکنار ہو گئے، تو اپنے دوستوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوگا، ہمارے رب کے باغات ہمارے لئے تیار کئے گئے ہیں!

اور ان باغوں کے پرندے ہمارے ارد گرد خوشی اور مسرت سے پر پھڑ پھڑا رہے ہیں، پس ہمیشگی کے گھروں میں ہمارے لئے خوشی اور برکت ہو!

اخی! یقیناً اندھیروں کے لشکر فنا ہوں گے اور کائنات میں نئی صبح طلوع ہوگی پس اپنی روح کے جذبوں کو آزاد کر دو دیکھو کہ حسین صبح ہمیں دور سے دیکھ رہی ہے)

یہ وہ واحد راستہ ہے جس میں شہدا کے قدم ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

یہ وہ واحد آرزو ہے جو مسلمانوں کے دلوں میں کروٹ لے رہی ہے اور "اللہ کی راہ میں شہادت ہماری سب سے بڑی آرزو ہے"۔

ہم آزمائشوں کا مقابلہ کیسے کریں؟

چونکہ اسلامی تحریک آج مختلف قسم کے دباؤ Pressures اور چیلنجوں کا سامنا کر رہی ہے اور ہنگامہ دارو گیر اور غلغلہ رستخیز کا اسے تجربہ ہوتا جا رہا ہے اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ واضح راستوں پر چلے اور ہدایت و علم کی روشنی میں اس کا سفر خوب نمایاں ہو وہ دوسرے رُجحانات و خیالات، ہنگاموں اور عارضی اسباب و ذرائع سے متاثر نہ ہو اور جلد منزل تک پہنچنے کیلئے جست لگانے کی کوشش نہ کرے۔

اسلامی تحریک کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینا ہے اور یہ جنگ اسی وقت لڑی جا سکتی ہے جبکہ اس تحریک کے افراد اور نوجوان اس نظریہ کے مطابق ڈھل چکے ہوں، مکمل تیاری کر لی ہو اور ہر ہر قدم کیلئے سوچا سمجھا منصوبہ ہو۔

دورِ جدید کی تحریک اسلامی کو چاہیے کہ وہ اپنے کارکنوں اور داعیوں میں ایثار و قربانی کی روح پھونکے، انہیں وقتاً فوقتاً ایسی ذمہ داریاں اور فرائض سونپے جو انہیں زمانے کے مقابلے میں جرأت و شجاعت، اقدام اور قربانی کا عادی بنا سکیں اور ان کے دلوں سے کمزوری خوف اور شکست کے عوامل کا استیصال کر سکیں۔

اسلامی تحریک کو تربیت اور تعمیر کے مختلف میدانوں میں ذمہ داری کی عظمت اور اس کے لئے درکار صلاحیت کو ملحوظ رکھنا ہوگا اور اُن خطرات و مصائب کی ابھی سے تیاری کرنی ہوگی جو اس ذمہ داری میں پوشیدہ ہیں اور جن کی تحریک اور اس کے افراد برابر منتظر رہتے ہیں۔ ان کو ہر طرح سے مجاہدہ اور کشمکش اور آزمائش کیلئے تیار کرنا ہوگا اور دنیوی ساز و سامان سے نفرت اور سادگی و فقر کی زندگی کا عادی بنانے کی جدوجہد کرنی ہوگی۔

اِس مرحلہ میں اسلام پختہ و جرأت مند متحرک عناصر کا شدت سے حاجت مند ہے، رہے مضمحل اور ریزہ دل عناصر تو جس معرکہ سے اسلام آج گزر رہا ہے اس میں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس لئے ان ذمہ داریوں کو نبھانے کیلئے اسلام کے غازیوں کو آگے بڑھنا چاہیے اور معرکہ کارزار میں اس کے سپوتوں کو گھس جانا چاہیے۔ اللہ کے رسولؐ نے کتنی سچی بات کہی ہے:

''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جس نے اس کی حد جان لی اور وہیں کھڑا ہو گیا''۔

وقت کی قدر و قیمت

(پیر خاں توحیدی)

وقت چند ساعتوں چند گھڑیوں کا مجموعہ ہے جو ہمیشہ رواں دواں ہے۔ وقت مہلت عمل کا نام ہے اپنی ذات کے اعتبار سے نہ اس میں خیر ہے اور نہ شر۔ وقت ماضی، حال اور مستقبل کا نام ہے۔ وقت اللہ جل شانہ کی ایک ایسی نعمت ہے جو امیر غریب، عالم جاہل، چھوٹے اور بڑے سب کو یکساں ملتی ہے۔ وقت کی مثال کڑکڑاتی دھوپ میں رکھی ہوئی برف کی ایک سل کی ہے جو ہر لحظہ پگھلتی چلی جاتی ہے۔ غرضیکہ وقت ایک قطرہ ہے حیات کائنات جو ازل سے ابد تک مسلسل بہا جا رہا ہے۔

تاریخ میں ہمیشہ نامور قوموں نے وقت کی قدر کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ خاص طور پر مسلمان قوم جو ایک درخشاں مثال ہے جس کے جاہ و جلال، عظمت و سطوت کے پرچم صدیوں سر بلند رہے ہیں۔ وقت کی قدر ان کے مذہبی فرائض میں شامل ہے اور قدر دانی وقت ان کی تاریخی خصوصیت رہی ہے جس کی وجہ سے وہ صدیوں تک دنیا پر چھائی رہی۔ علم و حکمت کے میدان میں بڑھتی اور اقوام عالم کے سامنے ترقیوں کے منازل طے کرتی رہی۔ ان کے علم و دانش کی درسگاہیں وقت کی اہمیت کی پابند تھیں ہی تاہم عیش و فراواں اور وسعت حکومت رکھنے والے بادشاہوں کے درباروں میں بھی یہ سبق سکھایا جاتا تھا کہ جو کام فائدہ سے خالی ہو اس میں اپنا وقت ضائع نہ کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ سے قبل غنیمت سمجھو زندگی کو موت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور مالداری کو فقیری سے پہلے۔ دین اسلام نے انسان کو یہ بتایا کہ اس کا ہر ہر چیز پر حساب ہوگا۔ اس سے ہر چیز کے بارے میں باز پرس ہوگی اور اسے اپنے ہر ہر قول و فعل کا جواب دینا ہوگا۔ کراماً کاتبین اس کے قول و فعل کو لکھ رہے ہیں بلکہ ویڈیو فلم بنائی جا رہی ہے۔ جو قیامت کے روز اُس

کے سامنے پیش کی جائے گی۔ ایسا نہ ہو کہ آج خوابِ غفلت میں پڑے رہو کل یہ کہو کہ ہمیں علم نہ تھا۔ وقت بڑی قیمتی دولت ہے اِس سے جو فائدے اُٹھا سکتے ہو اُٹھا لو۔ آج فراغت ہے کل اپنے ساتھ بے شمار مشغولیتیں لائے گا۔ آج صحت ہے کل نہ معلوم کس بیماری کا شکار ہو جاؤ، آج زندہ ہو کل منوں مٹی تلے مدفون ہو جاؤ۔ آج صحت مند نوجوان ہو کل نہ معلوم ہلنے کے قابل بھی رہو یا نہ رہو، اِس لئے جو کرنا ہے کر لو جو کمانا ہے کما لو، جو فائدہ اُٹھانا ہے اُٹھا لو ورنہ **الوقت کالشیف ان لم تقطعه تقطعك** وقت دو دھاری تلوار ہے اگر تم نے اسے نہ کاٹا تو وہ تمہیں کاٹ ڈالے گی۔ عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ وقت کی قدر کرو۔ اِس وقت مسلم معاشرہ مجموعی طور پر ضیاعِ وقت کی آفت کا شکار ہے۔ جبکہ یورپی معاشرہ اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود وقت کا قدر دان ہے اور زندگی کو ایک نظام کے تحت گذارنے کا پابند ہے۔ علم و فن، سائنس اور ٹیکنالوجی میں ان کی ترقیوں کا ایک بڑا سبب یہی ہے کہ وہ وقت کی قدر کرتے ہیں۔ جو قومیں وقت کی قدر کرنا جانتی ہیں، وہ صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کر سکتی ہیں، وہ فضاؤں پر قبضہ کر سکتی ہیں، وہ پہاڑوں کے جگر پاش پاش اور ستاروں پر کمندیں ڈال سکتی ہیں، وہ زمانہ کی زمام قیادت سنبھال سکتی ہیں۔ لیکن جو قومیں وقت کو ضائع کر دیتی ہیں وقت انہیں ضائع کر دیتا ہے ایسی قومیں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور رہو جاتی ہیں وہ دین اور دنیا دونوں اعتبار سے خسارے میں رہتی ہیں۔ اگر فضول کاموں سے ہم روزانہ ایک گھنٹہ بھی بچاتے تو کسی بھی سائنس کو اپنے قابو میں لا سکتے تھے۔ اگر روزانہ ایک گھنٹہ حصولِ علم کیلئے وقف کر دیتے تو دس سال میں ایک حد تک باخبر عالم بن سکتے تھے۔ اگر روزانہ ایک کتاب کے پانچ صفحات کا مطالعہ کرتے تو سال بھر میں تقریباً دو ہزار صفحات پڑھ سکتے تھے ہم نے وقت کی قدر نہ کی اور اِس بیش بہا دولت کو اندھا دھند لٹا دیا چنانچہ اسے لٹاتے لٹاتے ہم خود لٹ گئے لمحات کی قدر نہ کرنے سے منٹوں کا اور منٹوں کی قدر نہ کرنے سے گھنٹوں کا اور گھنٹوں کی قدر نہ کرنے سے دنوں کا اور دنوں کی قدر نہ کرنے سے مہینوں کا اور مہینوں کی قدر نہ کرنے سے سالوں کا ضائع کرنا ہمارے لئے آسان بن گیا۔

ہم اِس دنیا میں اپنی مرضی سے آئے ہیں اور نہ ہی اپنی مرضی سے جانا ہوگا۔ آنے والے کو

حیات لائی قضا جب چاہے گی لے چلے گی پھر کہاں اپنی مرضی سے آنا اور جانا ہوا۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے

اِس راہ کے مسافر کے اختیار میں اگر کچھ ہے تو وہ آنے اور جانے کے درمیان عمر فانی کے ان لمحات کا مرحلہ ہے جس کا ظرف تعمیر و تخریب، آبادی و ویرانی اور خار و گل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اب یہ ہر ایک کا اختیاری معاملہ ہے کہ وہ تعمیری پہلو کا انتخاب کر کے اپنے لئے فلاح و کامرانی تعمیر و آبادی کا کام کرتا ہے یا وہ اس کے سیم و تھور کے خارزار میں قدم رکھ کر خود اپنی بربادی اور ویرانی کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ اول الذکر سعادتمندوں کی راہ ہے اور موخر الذکر محروم و بدنصیب لوگوں کا راستہ ہے۔ انسانوں کو اس دنیا میں بہت مختصر سی مہلت دی گئی ہے اِس میں وہ جو کچھ بوئے گا وہی کچھ آگے جا کر کاٹے گا۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور چار دن کی اِس عمر مستعار پر اگلی دائمی زندگی کا حال موقوف ہے اِس زندگی کے عمل سے وہ زندگی بنے گی کیونکہ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے۔ لیکن یہ عالم رنگ و بو غفلتوں کے ہزار ہا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ غفلت کے اس گرداب سے نکلنے اور اصلی تعمیری مقصد میں حیات مستعار صرف کرنے کی طرف قرآن نے جا بجا انسان کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ **وھوالذی جعل لکم الیل والنھار خلفة لمن ارادان یذکر او اراد شکوراً ○** اور اللہ وہ ذات ہے جس نے رات دن ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے، اس کیلئے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔ قرآن میں رات دن اور زمانے کی قسم کے ساتھ ساتھ مختلف اوقات کی قسمیں بھی ملتی ہیں کہیں صبح کی کہیں ضحی کی اور کہیں عصر کی قسم کھائی گئی ہے۔ ان کا قسموں کا مقصد پکار پکار کر انسان کو وقت اور عمر عزیز کی گذرتی لہروں سے نفع اُٹھانے اور پل پل لمحہ کو تول تول کر خرچ کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ شریعت کے احکام پر اگر غور کریں تو اسلام نے ہر عمل اور ہر حکم کے متعلق ایک مقررہ وقت کے اندر اندر ادائیگی کی پابندی لگائی ہے۔ ہر نماز کی ادائیگی ایک معین وقت کی پابند ہے اگر وہ وقت نکل

جائے تو نماز قضا تو ہوسکتی ہے لیکن ادا نہیں ہوتی۔ روزہ ہے کہ سال میں ایک خاص مہینہ اس کے لئے مقرر ہے اگر اس مخصوص ماہ میں یہ فریضہ ادا نہ کیا گیا تو بعد میں پوری زندگی کے روزوں سے بھی اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ زکوٰۃ ہے کہ ایک معین وقت گذرنے کے بعد اس فریضہ کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ حج ہے کہ اس کا ایک مخصوص دن ہے اس دن اگر ادا نہ کیا گیا تو پھر سال بھر بھی عرفات کے میدان میں وقوف کرتا رہے یہ حج نہیں ہوگا ان ارکان کے علاوہ شریعت کے دیگر احکام بھی اسی طرح وقت کے نظم وضبط کے ایک مخصوص نظام کے پابند ہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک حدیث یوں نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز صبح جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس وقت دن یہ اعلان کرتا ہے من استطاع ان یعمل خیراً فلیعمله فانی غیر مکرر علیکم ابدا ٥ آج اگر کوئی بھلائی کرسکتا ہے تو کرے کیونکہ آج کے بعد میں پھر کبھی واپس نہ لوٹوں گا۔

چھٹی صدی کے مشہور عالم علامہ ابن الجوزیؒ اپنے صاحب زادے کیلئے ایک نصیحت نامہ میں وقت کی اہمیت اور عمر عزیز کی قدر و منزلت کے سلسلے میں یوں لکھتے ہیں۔ بیٹے! زندگی کے دن چند گھنٹوں، چند گھڑیوں سے عبارت ہیں زندگی کا ہر سانس گنجینہ ایز دی ہے اس کی قدر کیجئے کہ کہیں بغیر فائدہ کے نہ گذر جائے تاکہ کل قیامت میں اشک ندامت نہ بہانے پڑیں۔ ایک ایک لمحہ کا حساب کریں اور اس کوشش میں رہیں کہ ہر گھڑی کسی مفید کام میں صرف ہوتا کہ آگے چل کر آپ وہ کچھ پاسکیں جو آپ کیلئے باعث مسرت ہو حقیقت یہ ہے کہ انسان کے ذمہ کام بہت زیادہ ہیں وقت بہت مختصر۔ انسان کا مستقبل موہوم ہے اس کا حال ثبات سے خالی ہے اور ماضی اس کی قدرت سے باہر ہے جس نے حال سے فائدہ اُٹھایا، طلب ومحنت جاری رکھی اور اپنی دنیا آپ زندوں میں پیدا کی اس کے دامن نصیب میں تو کچھ آجاتا ہے ورنہ اس کی گردش کی تنگی دامان کا کوئی علاج نہیں یہ نہ کسی کی خاطر رُکتا ہے اور نہ گذر جانے کے بعد واپس لایا جاتا ہے اقبالؒ نے بڑی خوبصورتی سے زمانہ کی حقیقت اس کی بے وفائی اور بے نیازی کے چہرے سے نقاب کشائی

کی ہے۔

جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہو گا یہی اک حرف محرمانہ
قریب تر ہے نمود جسکی اسی کا مشتاق ہے زمانہ
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا تازیانہ
ہوا ہے گو تندو تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جسکو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ
نہ تھا اگر تو شریک محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا
میرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

وقت ہمارے پاس اس طرح آتا ہے جیسے کوئی دوست بھیس بدل کرآتا ہےاور چپ چاپ بیش بہا تحفہ جات اپنے ساتھ لاتا ہے۔اگر ہم اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے تو وہ اپنے تحائف سمیٹ کر چپکے سے واپس چلا جاتا ہے اور پھر کبھی واپس نہیں آتا۔کھوئی ہوئی دولت محنت اور کفائیت شعاری سے پھر حاصل کی جاسکتی ہے۔کھویا ہوا علم مکالمے سے مل سکتا ہے کھوئی ہوئی تندرستی دوا سے واپس آسکتی ہے لیکن کھویا ہوا وقت لاکھ کوششوں سے بھی دوبارہ حاصل نہیں ہوسکتا اور پھر سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

شیخ سعدیؒ اپنی حکایات میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسی بستی میں ایک گڈریا رہتا تھا وہ اپنی بھیڑ بکریاں لے کر بستی سے باہر جنگل کی طرف چلا جاتا اور شام کو واپس لوٹ آتا ایک دن جنگل میں ندی کے کنارے اُسے کچھ خوبصورت سنگریزے(پتھر) بکھرے ہوئے دیکھائی دیئے گڈریا اُن کے قریب گیا وہ خوبصورت سنگریزے اُسے بہت پسند آئے اُس نے اپنا تھیلا نکالا اوران پتھروں سے بھرلیا۔اس کے پاس ایک غلیل بھی تھی وہ ایک ایک سنگریزہ تھیلے سے نکالتا غلیل میں

ڈال کر اِدھر اُدھر پھینکتا جاتا جب بستی کے قریب پہنچا تو اس کے تھیلے میں آخری سنگریزہ تھا جسے اُس نے نکالا اور غلیل میں ڈال کر پھینکنے والا تھا کہ جوہری جو اُدھر سے گذر رہا تھا اُس کی نگاہ اُس پر پڑ گئی جوہری جلدی سے اُس کے قریب گیا اور کہا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو اُس نے کہا کہ یہ آخری پتھر جو میرے تھیلے میں رہ گیا تھا اُسے بھی پھینکنا چاہتا ہوں جوہری نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ یہ پتھر میں تجھ سے خریدنا چاہتا ہوں قیمت بتاؤ، گڈریے نے اپنی طرف سے بڑھ چڑھ کر قیمت لگائی جوہری نے اُسے دوگنا قیمت ادا کرنے کا کہا تو وہ حیران ہوا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اِس پتھر میں کیا خاصیت ہے جوہری نے کہا کہ بے وقوف انسان یہ پتھر نہیں یہ تو قیمتی ہیرا ہے گڈریے پر غشی طاری ہو گئی او رسر پکڑ کر بیٹھ گیا اور لگا افسوس کرنے اُس نے جوہری کو بتایا کہ میرا یہ تھیلا ان سے بھرا ہوا تھا لیکن میں نے تمام پتھر سمجھ کر انہیں اِدھر اُدھر پھینک دیا ہے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ہماری زندگی کے سانس بھی اتنے ہی قیمتی ہیں لیکن ہمیں ان کی خبر نہیں مگر جو لوگ انہیں پہچانتے ہیں وہ انہیں ضائع نہیں کرتے۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے ان قیمتی ہیروں کی قدر دانی اور ان سے فائدہ اُٹھانے کیلئے اپنی کتاب ''تعمیر ملت'' میں ذکر کے باب میں ''پاس انفاس'' کا لکھا ہے جس کے معنی سانسوں کا لحاظ رکھنا یعنی کوئی سانس اللہ کی یاد سے خالی نہ رہے اور اس کا طریقہ بھی بتایا کہ ہر سانس جو اندر جائے یا باہر نکلے اُس سے لفظ اللہ اس طرح کہو کہ دل کہے اور کان سنیں اور یہ محسوس کرنے کی کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اندر باہر اوپر نیچے دائیں بائیں ارد گرد کے مادے اور خلا میں ہر جگہ موجود ہے اگر چہ یہ ذکر کام کاج کی صورت میں نہیں ہو سکتا صرف فرصت کے لمحات میں ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہی کوشش ہو کہ فرصت کا کوئی بھی لمحہ ضائع نہ ہونے پائے۔ اس سے نہ صرف قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ جائے گا بلکہ ایک روحانی مسرت اور قلبی سکون بھی میسر ہوگا۔ وقت کو رائیگاں کھونے والے کہتے ہیں۔

ذکر خدا فکر جہاں یادِ رفتگاں
دو دن کی زندگی میں کیا کرے کوئی

لیکن ایسا کہنے والے بھول گئے کہ وقت سے کام لینے والے اس تھوڑی سے زندگی میں بھی موجد بن گئے، فلاسفر بن گئے، بزرگان دین اور اولیاء اللہ بن گئے۔ اس کے خلاف جتنے بھی بھوکے ننگے اور فاقہ کش اس دنیا میں نظر آتے ہیں یہ سب وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا وقت ضائع کیا اور اس سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ ایک اور دھوکہ جو انسان کو وقت ضائع کرکے ندامت اور افسوس سے دوچار کرتا ہے وہ ہے ''کل'' داناؤں کے رجسٹر میں ''کل'' کا لفظ کہیں نہیں ملتا تو محض بچوں کا بہلاوہ ہے کہ فلاں کھلونا تم کو کل دیا جائے گا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (عمر ثانی) فرماتے تھے دن رات کی گردش آپ کی عمر کم کررہی ہے تو پھر عمل میں آپ کیوں سست ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے آپ سے کہا کہ یہ کام کل تک موخر کیجئے آپ نے فرمایا میں ایک دن کا کام بمشکل کرتا ہوں آج کا کام کل پر چھوڑ دوں تو دو دن کا کام ایک دن میں کیسے کرونگا۔ مشہور بزرگ حسن بصریؒ فرماتے ہیں اے ابن آدم تو ایام ہی کا مجموعہ ہے۔ جب ایک دن گذر جائے تو یوں سمجھ کہ تیری عمر کا ایک حصہ بھی گذر گیا اور فرماتے تھے کہ میں نے ایسی قومیں بھی دیکھی ہیں جن کے ہاں وقت کی قدر و قیمت تمہارے دینار و درہم کی محبت سے کہیں زیادہ تھی۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے **من قال سبحان اللہ و بحمدہ غرست لہ بھا نخلۃ فی الجنۃ** جو شخص ایک دفعہ **سبحان اللہ و بحمدہ** کہے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اِس شخص کیلئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دے گا۔ ذرا اندازہ کرو کتنی قیمتی گھڑیاں ایسی ہیں جنہیں ہم ضائع کر دیتے ہیں اور اتنے عظیم اجر و ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ وقت بڑی قدر کی چیز ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ دین و دنیا کی دولت یہی وقت ہے۔ جس نے وقت سے فائدہ اُٹھالیا اس کے دین کا بھی نفع ہوا اور دنیا کا بھی۔ جوانی کا زمانہ اکثر غفلت کا زمانہ ہوتا ہے اور عاقبت کی فکر بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ جب جوانی کے بعد اعضا کمزور ہونے لگتے ہیں دل و دماغ میں ضعف پیدا ہوتا ہے طاقت اور ہمت جواب دے دیتی ہے اس وقت اکثر جب ہوش آتا ہے کہ ہماری عمر بڑی کوتاہیوں اور خامیوں میں بسر ہوئی اب کیا ہوگا اب اگر کچھ کرنا بھی

چاہیں تو اس کیلئے کوئی سامان نہیں نہ دل و دماغ نہ ہمت و طاقت یہ بڑی مایوسی اور بیچارگی کا عالم ہوتا ہے اب پچھتائے کیا ہوگا۔ جو کچھ کرنے کا کمانے کا وقت تھا وہ گذر گیا اب افسوس اور مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

علمائے دین، صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اُن کے زہد وتقویٰ علم وعرفان کی ترقی کے اسباب وقت کی قدر و قیمت اور اس کا جائز مصرف تھا انہوں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ جتنا وقت اُن کو میسر ہوا اُس سے انہوں نے فائدہ اُٹھایا یہ بھی نہیں کہ اُن کی عمروں نے ان کی زندگیوں کے ساتھ وفا زیادہ کی ایسا نہیں اکثر کی زندگیوں نے وہی ساٹھ ستر کے درمیان بہاریں دیکھ کر اپنا سفر تمام کیا جس کی پیشین گوئی نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنی امت کے متعلق فرمائی تھی کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہونگی بہت کم لوگ اس سے آگے بڑھے پھر یہ بھی نہیں کہ وہ دنیا کے جھمیلوں سے فارغ تھے بلکہ دنیا اپنے جھمیلوں اور رنگینیوں کے ساتھ آتی رہی اور اپنے ساتھ سامانِ غفلت بھی لاتی رہی تاہم اس سے ان کے علم و زہد تقویٰ ریاضت وعبادت پر کوئی فرق نہ پڑ سکا۔ فکر ونظر کی نئی راہوں کی تلاش ہی ان کی جدو جہد کی منزل تھی۔ انہوں نے بڑے بڑے سرکاری منصب صرف اس وجہ سے ٹھکرا دیئے کہ اس سے ان کے علمی ماحول ریاضت وعبادت کا ماحول متاثر ہوگا جس کے بارے میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

میرا نشیمن نہیں درگہ میرو وزیر
میرا نشیمن بھی تو خاک نشیمن بھی تو
تجھ سے میری زندگی سوزو تب و درد و داغ
تو ہی میری آرزو تو ہی میری جستجو
پاس اگر تو نہیں شہر ہے ویراں تمام
تو ہے تو آباد ہیں اُجڑے ہوئے کاخ و کو

دراصل ان بزرگوں، ان فلاسفروں، ان موجدوں کی ساری زندگی مقررہ اوقات کے ساتھ بندھی ہوئی تھی یہ ان کے ضبط اوقات ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کے علمی مشاغل مجاہدات، ریاضت و عبادت پر لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ آخر ان کو اتنا وقت کیسے مل جاتا تھا۔ بات یہ ہے کہ وہ اپنے اوقات کو لایعنی مشاغل میں صرف کرنے کے بجائے ایک ایک سانس کی قیمت حاصل کرنے کے درپے رہتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کو حیرت ہوتی ہے جنہوں نے اپنے وقت کی قدر نہ کی اور اسے کھیل تماشوں میں ضائع کر دیا۔ پس کروڑوں رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جن سے ہماری تاریخ کی عظمتیں وابستہ ہیں۔

حضرت عمرؓ نے ایک دن صحابہ ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ ''بات مجھے قطعاً پسند نہیں کہ کوئی مومن فراغت کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہو۔ وہ نہ دنیا کا کوئی کام کر رہا ہو نہ اللہ کا ذکر'' پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاءُ القرآن میں والعصر کے تحت لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان کو عمر فاروقؓ کا یہ قول جلی حروف میں لکھوا کر ایسی جگہ لگا دینا چاہئے کہ اسے نظر آتا رہے تا کہ زندگی کے قیمتی لمحات خالی اور بیکار نہ گذر جائیں۔

اندریں راہ می تراش و می خراش
تا دم آخر، دمے فارغ مباش

''اس راہ میں ترقی اور بلند درجات کے حصول کیلئے تزکیہ قلب اور اصلاح اخلاق کے کام میں تراش خراش کرتے رہنا چاہیے اِس طرح کہ آخر دم تک ایک دم کیلئے بھی فارغ نہ بیٹھا جائے''

دُعائے مغفرت

شاہدرہ کے ڈاکٹر عبدالرشید اور نوشہرہ سے محمد عارف کے بڑے بھائی رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں تمام بھائیوں سے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے

دین کے عاشق صادق

محمود جمال

ایک مرتبہ عباسی خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ کو برائے ملاقات دربار بلایا۔ جب آپ وہاں پہنچے، تو اس نے شاہانہ انداز سے استقبال کیا، عزت واحترام کے ساتھ قریب بٹھایا اور دین ودنیا کے سلسلے میں کئی سوالات کیے۔ ملاقات کے بعد جب امام محترم جانے لگے تو اس نے ادب واکرام کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں ایک تھیلی پیش کی جس میں تیس ہزار درہم موجود تھے۔ یہ بہت بڑی رقم تھی کیونکہ منصور بخل کی وجہ سے مشہور تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا:

''امیر المومنین! میں بغداد میں اجنبی ہوں۔ یہ مال سنبھالنے کے لیے میرے پاس جگہ نہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ ضائع ہوجائے گا۔ آپ اسے بیت المال میں رکھ لیں۔ جب مجھے ضرورت ہوگی، لے لوں گا۔''

منصور نے آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہ مال بطور امانت بیت المال میں رکھوا دیا۔ مال وہیں رکھا رہا اور ایک طویل عرصہ گزر گیا۔ پھر جب امام ابوحنیفہؒ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوئے تو وفات کے وقت ان کے گھر سے لوگوں کی اتنی امانتیں برآمد ہوئیں کہ ان کی مالیت بیت المال میں محفوظ منصور کے تیس ہزار درہم سے کہیں زیادہ تھی۔

یہ کوئی بات نہیں تھی، امام ابوحنیفہؒ کا موقف تھا ''انسان جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے، وہ زیادہ پاکیزہ، عمدہ اور دل پسند ہوتا ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ امام موصوف بلند مرتبہ عالم ہونے کے باوجود ریشم اور اس سے تیار کردہ کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ اس زمانے میں عراق کے مختلف شہروں میں کپڑے کی تجارت خوب چلتی تھی۔ کوفہ میں کپڑے کی ایک مشہور ومعروف منڈی بھی تھی جس میں خرید وفروخت کے لیے لوگ کشاں کشاں پہنچتے۔ وہاں پوری صداقت وامانت سے لین دین ہوتا اور لوگ بڑے اطمینان سے سودا خریدتے۔ کسی کو کوئی اندیشہ نہ ہوتا۔ تجارت سے امام موصوف کو وافر مقدار میں مال ودولت میسر آتا۔ آپ حلال کماتے اور اپنے مال کو اس کی اصل جگہ

خرچ کرتے۔یہ بات مشہور تھی کہ جب سال پورا ہوجاتا،تو آپ تجارت سے حاصل ہونے والے تمام منافع کا حساب لگاتے،ذاتی اخراجات کے لیے مال رکھنے کے بعد باقی رقم سے علما،محدثین،فقہا،اور طلبہ کے لیے ضروری اشیائے خوراک اور لباس خریدتے اور جیب خرچ کے لیے انہیں کچھ درہم فراہم کرتے ہوئے فرماتے:۔

''یہ مال تمہارا ہے۔اللہ نے میرے ہاتھ سے تمہارے مال میں منافع عطا کیا ہے۔بخدا میں اپنے مال سے تمہیں کچھ نہیں دے رہا،یہ اللہ کا خاص فضل ہے جو میرے ذریعے تم تک پہنچا ہے۔''

اما ابوحنیفہؒ کے جودوسخا کی شہرت مشرق تا مغرب پھیلی ہوئی تھی۔آپ خاص طور پر اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں پر بے دریغ رقم خرچ کیا کرتے۔ایک روز امام موصوف کا ایک ہم نشین منڈی آیا اور کہا:''ابوحنیفہؒ! مجھے ریشم کا کپڑا چاہیے۔''

انہوں نے دریافت کیا''کس رنگ کا کپڑا؟''اس نے وضاحت کردی۔

آپ نے فرمایا''صبر کرو،اس رنگ کا کپڑا ملتے ہی تیرے لیے محفوظ کرلوں گا۔''ایک ہفتہ گزر جانے کے بعد مطلوبہ کپڑا ملا تو آپ لے کر اس کے گھر گئے اور کہا''لیجئے آپ کی پسند کے مطابق کپڑا مل گیا۔''

اسے کپڑا بہت پسند آیا،پوچھا''کتنی قیمت پیش کروں؟''فرمایا''صرف ایک درہم۔''وہ کہنے لگا''آپ میرے ساتھ مذاق کررہے ہیں''امام کہنے لگے''میں مذاق نہیں کررہا۔دراصل میں نے یہ اور اس کے ساتھ دوسرا کپڑا بیس دینار ایک درہم میں خریدا تھا۔دوسرے کپڑے کی فروخت سے میری رقم پوری ہوگئی۔یہ باقی رہ گیا تھا،آپ سے ایک درہم کا مطالبہ اس لیے کررہا ہوں کہ میں اپنے ساتھیوں سے منافع نہیں لیا کرتا۔

ایک روز آپ کے پاس ایک ساتھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ملاقات کرنے آیا۔جب سب ملاقاتی چلے گئے تو امام ابوحنیفہؒ نے اس سے کہا''مصلیٰ اٹھائیں اور اس کے نیچے جتنی رقم ہے، لے لیں۔''اس شخص نے مصلیٰ اٹھایا،دیکھا کہ نیچے ایک ہزار درہم پڑے ہیں۔''

امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا ''یہ اپنے پاس رکھیں اوران سے نیا عمدہ لباس تیار کروائیں۔''
وہ کہنے لگا ''میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے، مجھے ان درہموں کی ضرورت نہیں۔''
امام ابوحنیفہؒ حیرانی سے کہنے لگے اگر اللہ نے آپ پر اپنا فضل وکرم کر رکھا ہے اور اپنی نعمتوں سے نوازا ہے، تو ان کے آثار کہاں ہیں؟ آپ نعمتیں استعمال کیوں نہیں کرتے؟ کیا آپ تک رسول اللہ ﷺ کا یہ پیغام نہیں پہنچا:
''بلا شبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کے آثار اپنے بندے پر دیکھے۔''
''یہ ضروری ہے کہ آپ اپنی حالت سنواریں تا کہ آپ کو دیکھ کر دوسرے کوفت محسوس نہ کریں۔'' امام ابوحنیفہؒ کے جودوسخا کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے، تو اتنی ہی مقدار میں مساکین، فقرا اور حاجت مندوں کے لیے بھی مال صدقہ کردیتے۔
جب کبھی خود کوئی نیا کپڑا پہنتے، تو اتنی ہی قیمت کے کپڑے مساکین کو بھی سلا دیتے۔ جب سامنے کھانا رکھا جاتا تو اتنی ہی مقدار میں یا اس سے دگنا کھانا مساکین میں تقسیم کرتے۔
امام موصوف کے بارے میں مشہور ہے کہ اگر کبھی دوران گفتگو انہوں نے قسم کھالی، تو اس کے بدلے ایک درہم اللہ کی راہ میں صدقہ کرتے تھے۔ بعدازاں انہوں نے خود پر لازم کرلیا کہ اگر دوران گفتگو زبان سے حلفیہ کلمات نکل جاتے، تو ایک طلائی دینار اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔ یہ اس صورت میں تھا جبکہ آپ کی قسم بالکل سچی ہوتی۔
حفص بن عبدالرحمٰن تجارت میں امام ابوحنیفہؒ کے شریک تھے۔ امام موصوف انہیں ریشم کا سازوسامان دے کر عراق کے بعض شہروں کی طرف روانہ کیا کرتے تھے۔
ایک مرتبہ کافی مقدار میں سامان دے کر بھیجا اور بتایا کہ فلاں کپڑا داغدار ہے۔ جب اسے فروخت کرو، تو خریدار کو اس کے عیب سے آگاہ کردینا۔
حفص بن عبدالرحمٰن نے سارا سامان فروخت کردیا اور خریداروں کو ناقص کپڑے کے بارے بتانا بھول گئے۔ جب انہیں امام صاحب کی بات یاد آئی تو بڑی کوشش کی کہ ان

خریداروں کوتلاش کرلیں جنہوں نے ناقص کپڑا خریدا تھا لیکن وہ ہزار جتن کے باوجود انہیں ڈھونڈ نے میں کامیاب نہ ہوسکے ۔جب امام ابوحنیفہؒ کوصورت حال کا علم ہوا تو وہ بڑے بےچین ہوگئے ۔جب تک پورے مال کی قیمت اللہ کی راہ میں خرچ نہ کردی انہیں دلی اطمینان نصیب نہ ہوا۔امام ابوحنیفہؒ خوش اخلاق،خوش اطوار،حلیم الطبع اور خوش مذاق تھے ۔آپ کے قریب بیٹھنے والے کاوقت بہت خوب گزرتا۔مخالف بھی غیر حاضری میں آپ کواچھے الفاظ سے یاد کرتے ۔آپ کے ایک قریبی ساتھی کابیان ہے کہ اس نے حضرت عبداللہ بن مبارک کوحضرت سفیان ثوری سے یہ بات کہتے سنا:''اے عبداللہ !امام ابوحنیفہؒ غیبت سے بہت نفرت کرتے تھے ۔میں کبھی انہیں اپنے دشمن کے خلاف برابھلا کہتے ہوئے نہیں سنا۔''یہ سن کرامام سفیان ثوری کہنے لگے''امام ابوحنیفہؒ بڑے دانش مند تھے ۔وہ کسی ایسی شے کواپنی نیکیوں پر غالب نہیں آنے دیتے تھے جوان پر پانی پھیر دے۔''

اما ابوحنیفہؒ کوعام لوگوں سے بہت محبت تھی۔وہ ہمیشہ ان سے خوشگوار تعلقات کے خواہاں رہتے ۔آپ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ جب کوئی اجنبی آپ کے پاس آ کر بیٹھ جاتا،آپ اس سے آمد کامقصد ضرور دریافت کرتے ۔اگر وہ فقیر ہوتا تو آپ اس کی مالی مدد کرتے ۔اگر وہ بیمار ہوتا تو تیمارداری کرتے ۔ضرورت مند ہوتا تو اس کی ضرورت پوری کردیتے ۔یوں آپ ہر ایک کادل جیت لیتے اور وہ دعائیں دیتا ہوا جاتا۔

امام ابوحنیفہؒ اکثر وبیشتر دن روزہ رکھتے اور رات کومصروف عبادت رہتے ۔قرآن کریم کو بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ پڑھتے ۔سحری کے وقت استغفار کرتے ۔کثرت عبادت میں مگن رہنے کااصلی سبب یہ ہے:ایک دن انہوں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سن لیا تھا کہ یہ شخص بڑا عبادت گزار ہے،رات بھر عبادت میں مصروف رہتا ہے۔جب اپنے بارے میں یہ بات سنی تو فرمانے لگے''میرا طرزعمل تو برعکس ہے،کیوں نہ میں ویسا ہی بن جاؤں جیسا لوگ سمجھتے ہیں۔''پھر انہوں نے عزم کرلیا''میں زندگی بھر اپنے سر کے نیچے تکیہ نہیں لوں گا۔''یوں ان کی یہ عادت بن گئی

کہ رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزارنے لگے۔

جب رات تاریکی کی چادر کائنات پر پھیلا دیتی اور لوگ نیند کے مزے لینے لگتے، تو آپ عمدہ لباس پہنتے، داڑھی میں کنگھی کرتے، خوشبو لگاتے اور محراب میں قیام، رکوع اور سجدے کی حالت میں رات کا بیشتر حصہ گزار دیتے۔ کبھی گڑگڑا کر اللہ کے حضور دُعائیں مانگتے اور اللہ کی خشیت سے زاروقطار روتے کہ دل دہل جاتے۔ روتے ہوئے بعض اوقات خوف خدا سے ایسی گھگھی بندھتی جس سے عام آدمی کا جگر چھلنی ہو جائے۔

جب آپ سورۃ زلزال پڑھتے تو جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی اور خوف سے تھر تھر کانپنے لگتے۔ اپنی داڑھی ہاتھ میں پکڑ کر یہ کہتے "اے ذرہ برابر نیکی کا بدلہ دینے والے! اے ذرہ برابر شر کی سزا دینے والے، اپنے بندے نعمان کو جہنم کی آگ سے بچالینا۔"

کوفہ میں ایک شخص کو بعض لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کی باتیں غور سے سنتے تھے۔ اس نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عثمانؓ بن عفان حقیقت میں یہودی تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہودی ہی رہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے یہ بات سنی تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ آپ فوراً اس کے پاس پہنچے، ملاقات کی اور فرمایا "میں آج ایک خاص کام کے لیے آیا ہوں۔" اس نے کہا "چشم ما روشن، ارشاد فرمایئے، کیا کام ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی بیٹی کی نسبت اپنے فلاں ساتھی سے کردوں۔ کیا آپ کو منظور ہے؟"

"لیکن منگیتر کا ذرا تعارف تو کروائیں کہ وہ کون ہے؟" آدمی بولا

آپ نے فرمایا وہ بڑا مالدار ہے اور اپنی قوم میں اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بڑا سخی اور کھلے ہاتھ کا مالک ہے۔ حافظ قرآن ہے۔ شب زندہ دار ہے۔ اللہ کے خوف کی وجہ سے آہ وزاری کرتا ہے۔ آدمی نے یہ تعریف سن کر کہا "بس بس اتنا ہی کافی ہے، ایسا شخص ہی میرا داماد بننے کے قابل ہے۔"

امام ابوحنیفہؒ نے اس کا خوشگوار مزاج دیکھتے ہوئے کہا "میری یہ بات بھی غور سے سنیں، اس میں ایک برائی بھی ہے۔" آدمی نے چونک کر پوچھا "وہ کیا؟" آپ نے فرمایا "وہ شخص یہودی ہے"۔

یہ سن کر وہ شخص بدکا اور بولا "ارے یہودی ہے۔ اے ابوحنیفہ! کیا آپ میری بیٹی یہودی کے نکاح مین دینا چاہتے ہیں۔ کیا میں اپنی بیٹی کی شادی کسی یہودی کے ساتھ کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا خواہ اس میں زمانے بھر کی خوبیاں جمع ہوجائیں۔"

امام ابوحنیفہؒ نے کہا اب کیوں اچھلتے اور اپنی بیٹی کا یہودی کے ساتھ نکاح کرنے سے کیوں بدکتے ہو؟ تجھے یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آئی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں ایک یہودی سے کردیں؟ کچھ تو شرم کرو، حیا کرو، بے غیرت انسان! تیرے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ وہ شخص یہ باتیں سن کر کانپنے لگا اور فوراً پکار اٹھا "الٰہی! میری توبہ، مجھے بخش دے، میں نے جو افترا اور بہتان باندھا، الٰہی! مجھے اس پر معاف کردے۔ بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

امام ابوحنیفہؒ نے زندگی بھر دلائل سے دین کا دفاع کیا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے اسلام کی بھرپور خدمت کرتے رہے۔ جب وقت آخر قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ انہیں پاکیزہ جگہ دفن کیا جائے اور ایسی جگہ سے اجتناب کرنا جس میں غصب کا کوئی شائبہ تک بھی ہو۔ وصیت کے مطابق حسن بن عمارہ نے غسل دیا اور فرمایا:

"اے ابوحنیفہؒ! اللہ تجھ پر رحم فرمائے، تجھے اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کارناموں کی بنا پر بخش دے جو تو نے دین کی سربلندی کے لیے انجام دیے۔" (ماخوذ از حیاتِ تابعین)

(بشکریہ اُردو ڈائجسٹ)

جس زندگی کی ہمیں تلاش ہے

(مولانا وحیدالدین خاں)

(نوٹ) یہ مضامین مولانا وحیدالدین خاں صاحب کی کتاب ''مذہب اور جدید چیلنج'' سے لئے گئے ہیں۔اس سلسلے کا یہ آخری مضمون ہے یہ نومبر کے شمارے میں آنا تھا۔اب دسمبر کے شمارے میں قارئین کیلئے پیش کیا جارہا ہے۔

مادی خوشی کو زندگی کا مقصد بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش پوری کرنا چاہے،لیکن اس محدود دنیا میں یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر شخص دوسرے کو متاثر کئے بغیر یکساں طور پر اپنی اپنی خواہش پوری کرسکے،نتیجہ یہ ہے کہ ایک آدمی جب اپنی تمام خواہشیں پوری کرنا چاہتا ہے تو وہ دوسروں کیلئے مصیبت بن جاتا ہے۔فرد کی خوشی،سماج کی خوشی کو درہم برہم کردیتی ہے،ایک محدود آمدنی والا شخص جب دیکھتا ہے کہ اس کی اپنی آمدنی اس کی خواہشوں کی تکمیل کیلئے کافی نہیں ہو رہی ہے تو وہ حق ماری، بددیانتی ،چوری،رشوت اور غبن کے ذریعہ اپنی آمدنی کی کمی کو پورا کرتا ہے،مگر اس طرح جب وہ اپنی خواہش پوری کرلیتا ہے تو وہ سماج کو اسی محتاجی میں مبتلا کردیتا ہے، جس میں وہ خود پہلے مبتلا تھا۔

جدید دنیا ایک عجیب وغریب قسم کی نہایت خطرناک مصیبت میں مبتلا ہے،جس کا تاریخ میں کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا،یہ جرم کم سنی (JUVENILE DELINQUENCY) ہے،جو جدید زندگی کا ایک لازمہ بن چکا ہے،یہ کمسن مجرمین کہاں سے پیدا ہوتے ہیں ان کی پیدائش کا سرچشمہ وہی مادی خوشی کو پورا کرنا ہے،ایک شادی شدہ جوڑا کچھ دنوں ساتھ رہنے کے بعد ایک دوسرے سے اُکتا جاتے ہیں،اور اپنی جنسی خوشی کیلئے ضروری سمجھتے ہیں کہ نیا جسم اور نیا چہرہ تلاش کریں،اس وقت وہ طلاق لے کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجاتے ہیں،اس علیحدگی کی قیمت سماج کو چند ایسے بچوں کی شکل میں ملتی ہے،جو اپنے ماں باپ کی موجودگی میں ''یتیم'' ہوگئے ہیں، یہ بچے والدین سے چھوٹنے کے بعد ماحول کے اندر اپنی کوئی جگہ نہیں پاتے،ایک طرف وہ بالکل

آزاد ہوتے ہیں، اور دوسری طرف ماحول سے بیزار یہ صورت حال بہت جلد انہیں جرائم تک پہنچا دیتی ہے، سرالفرڈ ڈیننگ (ALFRED DENNING) نے بہت صحیح لکھا ہے کہ "اکثر کمسن اور نابالغ مجرمین اُجڑے ہوئے گھرانوں (BROKEN HOMES) سے نمودار ہوتے ہیں"۔ (THE CHANGING LAW, P.III.)

اسی طرح موجودہ زندگی میں تمام خرابیوں کی جڑ صرف یہ واقعہ ہے کہ جدید دنیا کا انفرادی فلسفہ اور اس کے اجتماعی مقاصد ایک دوسرے سے متضاد ہیں، وہ تمام واردات جن کو ہم ناپسند کرتے ہیں، اور ان کو جرم، برائی اور بدعنوانی کہتے ہیں، وہ دراصل کسی شخص یا پارٹی کی اپنی مادی خوشی حاصل کرنے کی کوشش ہی ہوتی ہے اور اسی کوشش کا سماجی انجام قتل، بدکاری، لڑائی، اغوا، جعل سازی، ڈاکہ، لوٹ کھسوٹ، جنگ اور اس طرح کی دوسری بے شمار صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

یہ تضاد بتاتا ہے کہ زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا کہ دنیا کی مادی چیزوں کے بجائے آخرت میں خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کو مقصد بنایا جائے، یہی وہ مقصد ہے، جو فرد اور سماج کو باہمی تضاد سے بچا کر متوافق ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے نظریہ آخرت کی یہ خصوصیت جہاں یہ ثابت کرتی ہے کہ وہی وہ واحد بنیاد ہے، جو ترقیاتی اسکیموں کو صحیح طور پر کامیاب کرسکتی ہے، اسی کے ساتھ وہ یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ وہی حقیقی مقصد ہے، کیونکہ غیر حقیقی چیز زندگی کیلئے اتنی اہم اور اس سے اتنی ہم آہنگ نہیں ہوسکتی۔

موجودہ زمانے میں طب اور سرجری میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے، یہ خیال کیا جانے لگا ہے کہ سائنس موت اور بڑھاپے کے سوا ہر جسمانی تکلیف پر قابو پاسکتی ہے، مگر اسی کے ساتھ بیماری کی اقسام میں نہایت تیزی سے ایک نئے نام کا اضافہ ہو رہا ہے۔۔۔ اعصابی بیماری (NERVOUS DISEASES) یہ "اعصابی بیماریاں" کیا ہیں، یہ دراصل اسی تضاد کا کا ایک عملی ظہور ہے، جس میں جدید سوسائٹی شدت سے مبتلا ہے، مادی تہذیب نے انسان کے اس حصے کو جو نمکیات معدنیات اور گیسوں کا مرکب ہے، ترقی دینے کی کافی کوشش کی، مگر انسان کا

وہ حصہ جو شعور، خواہش اور ارادہ پر مشتمل ہے، اس کی غذا سے اس کو محروم کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ پہلا حصہ تو بظاہر فربہ اور خوش منظر دکھائی دینے لگا، مگر دوسرا حصہ جو اصل انسان ہے، وہ طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہو گیا۔

موجودہ امریکہ کے بارے میں وہاں کے ذمہ دار ذرائع کا اندازہ ہے کہ وہاں کے بڑے بڑے شہروں میں اسی ۸۰ فیصدی مریض ایسے ہیں جن کی علامت بنیادی طور پر نفسیاتی سبب (Psychic Causation) کے تحت واقع ہوتی ہے، ماہرین نفسیات نے اس سلسلے میں جو تحقیقات کی ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان بیماریوں کے پیدا ہونے کے چند اہم ترین وجود یہ ہیں، جرم، ناراضگی، اندیشہ، مایوسی، تذبذب، شبہ، حسد، خود غرضی اور اکتاہٹ (Boredom) یہ سارے عوارض، اس گہرائی کے ساتھ غور کیجئے، تو بے خدا زندگی کا نتیجہ ہیں، خدا پر ایمان بندے کے اندر وہ اعتماد پیدا کرتا ہے، جو مشکلات میں اس کے لئے سہارا بن سکے، وہ ایسا برتر مقصد اس کے سامنے رکھ دیتا ہے، جس کے بعد وہ چھوٹے چھوٹے مسائل کو نظر انداز کر کے اس کی طرف بڑھ سکے، وہ اس کو ایسا محرک دیتا ہے، جو سارے اخلاقی محاسن کی واحد بنیاد ہے، وہ عقیدے کی وہ طاقت دیتا ہے، جس کے متعلق ڈاکٹر سر ولیم اوسلر (Sir William Osler) نے کہا ہے ''وہ ایک عظیم قوت محرکہ (Great Moving Force) ہے، جس کو نہ کسی ترازو میں تولا جا سکتا ہے، اور نہ لیبورٹری میں اس کی آزمائش کی جا سکتی'' یہی عقیدے کی طاقت دراصل نفسیاتی صحت کا خزانہ ہے، جو نفسیات اس سرچشمہ سے محروم ہو وہ ''بیماریوں'' کے سوا کسی اور انجام سے دو چار نہیں ہو سکتی، یہ انسان کی بدقسمتی ہے کہ وقت کے ماہرین نے نفسیاتی یا اعصابی عوارض کا کھوج لگانے میں تو کمال درجے کی ذہانت کا ثبوت دیا ہے، مگر ان نو دریافت بیماریوں کا صحیح علاج تجویز کرنے میں وہ سخت ناکام ہوئے ہیں، ایک عیسائی عالم کے الفاظ میں ''نفسیاتی علاج کے ماہرین (Psychiatrists) صرف اس تالے کی باریک تفصیلات بتانے میں اپنی کوشش صرف کر رہے ہیں، جو ہمارے اوپر صحت کے دروازے بند کرنے والا ہے''۔

جدید معاشرہ بیک وقت دو متضاد عمل کر رہا ہے، ایک طرف وہ مادی ساز و سامان فراہم کرنے

میں پوری قوت صرف کر رہا ہے، دوسری طرف مذہب کو ترک کر کے وہ حالات پیدا کر رہا ہے، جس سے زندگی طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہو جائے، وہ ایک طرف دوا کھلا رہا ہے اور دوسری جانب زہر کا انجکشن دے رہا ہے، یہاں میں ایک امریکی ڈاکٹر ارنسٹ اڈولف (Paul Ernest Adolph) کا ایک اقتباس نقل کروں گا جو اس کے سلسلے میں ایک دلچسپ شہادت فراہم کرتا ہے:۔

''جن دنوں میں میڈیکل اسکول میں زیر تعلیم تھا، میں ان تبدیلیوں سے آگاہ ہوا جو زخم ہو جانے کی صورت میں جسم کے اخلاط (Body Tissues) میں رونما ہوتی ہیں، خوردبین کے ذریعہ نسیجوں کا مطالعہ کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ نسیجوں پر مختلف موافق اثرات کے واقع ہونے سے زخم کا اطمینان بخش اندمال ہو جاتا ہے، اس کے بعد جب تعلیم ختم کر کے میں عملاً ڈاکٹری کے پیشے میں داخل ہوا تو مجھے اپنے اوپر بڑا اعتماد تھا کہ میں زخم اور اس کے اندمال کے طریقوں کو اس حد تک جانتا ہوں کہ میں یقینی طور پر موافق نتیجہ پیدا کر سکتا ہوں جبکہ میں اس کے ضروری طبی وسائل مہیا کر کے اس کو استعمال میں لاؤں لیکن جلد ہی میری اس خود اعتمادی کو صدمہ پہنچا، مجھے محسوس ہوا کہ میں نے اپنی میڈیکل سائنس میں ایک ایسے عنصر کو نظر انداز کر دیا تھا، جو سب سے زیادہ اہم ہے ۔۔۔ یعنی خدا۔

اسپتال میں جن مریضوں کی نگرانی میرے سپرد کی گئی ان میں ایک ستر سال کی بوڑھی عورت تھی، جس کا کولھا زخمی ہو گیا تھا، ایکسرے تصاویر کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ اس کی نسیجیں (Tissues) بڑی تیزی سے ٹھیک ہو رہی ہیں، میں نے اس سرعت کے ساتھ شفایابی پر اس کو مبارکباد پیش کی، انچارج سرجن نے مجھے ہدایت کی کہ اس خاتون کو ۲۴ گھنٹے میں رخصت کر دیا جائے، کیونکہ اب وہ کسی سہارے کے بغیر چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی ہے۔

اتوار کا دن تھا، اس کی بیٹی ہفتہ وار ملاقات کے معمول کے مطابق اسے دیکھنے آئی، میں نے اس سے کہا کہ چونکہ اس کی ماں اب صحت یاب ہے، اس لئے وہ کل آ کر اسے اسپتال سے گھر لے جائے، لڑکی اس کے جواب میں کچھ نہیں بولی اور سیدھی اپنی ماں کے پاس چلی گئی، اس نے

اپنی ماں کو بتایا کہ اس نے اپنے شوہر سے اس کے بارے میں مشورہ کیا ہے، اور یہ طے ہوا ہے کہ وہ اسکو اپنے گھر نہ لے جاسکیں گے، اس کیلئے زیادہ بہتر انتظار کی صورت یہ ہے کہ اس کو کسی دارالضعفاء (Old Peoples Home) میں پہنچا دیا جائے۔

چند گھنٹوں کے بعد جب میں اس بڑھیا کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ بڑی تیزی کے ساتھ اس پر جسمانی انحطاط طاری ہو رہا ہے، چوبیس گھنٹے کے اندر ہی وہ مرگئی۔ کولھے کے زخم کی وجہ سے نہیں بلکہ دل کے صدمے کی وجہ سے (Not of Her Broken Hip, But of a Broken Heart) ہم نے ہر قسم کی ممکن طبی امداد اسے پہنچائی، مگر وہ جانبر نہ ہوسکی، اس کے کولھے کی ٹوٹی ہوئی ہڈی تو بالکل درست ہو چکی تھی، مگر وہ بچ نہ سکی، کیوں، اس لئے کہ اس کی صحت کیلئے اہم ترین عنصر جو درکار تھا وہ وٹامن نہیں تھا، نہ معدنیات تھے اور نہ ہڈیوں کا جڑنا تھا، یہ صرف اُمنگ (Hope) تھی، اور جب زندگی کی اُمنگ ختم ہوگئی تو صحت بھی رُخصت ہوگئی۔

اس واقعہ نے مجھ پر گہرا اثر کیا ہے، کیونکہ اس کے ساتھ مجھے یہ شدید احساس تھا کہ اس بوڑھی خاتون کے ساتھ ہرگز یہ حادثہ پیش نہ آتا، اگر یہ خاتون خدائی اُمید (God of Hope) سے آشنا ہوتی، جس پر ایک عیسائی کی حیثیت میں اعتقاد رکھتا ہوں''۔

(The Evidence of God, PP. 212-14.)

اس مثال سے اندازہ ہوتا ہے کہ جدید ترقی یافتہ دنیا کس قسم کے تضاد سے دوچار ہے، وہ ایک طرف سارے علوم کو اس نہج پر ترقی دے رہی ہے، جس سے خدا کا وجود حرف غلط ثابت ہو جائے، تعلیم و تربیت کے پورے نظام کو اس ڈھنگ سے چلایا جا رہا ہے، جس سے خدا اور مذہب کے احساسات دلوں سے رُخصت ہو جائیں، اس طرح روح، اصل انسان، کو موت کے خطرے میں مبتلا کر کے اس کے جسم۔ مادی وجود۔ کو ترقی دینے کی سعی کی جارہی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ عین اس وقت جبکہ بہترین ماہرین اس کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے میں کامیابی حاصل کر چکے ہیں، عقیدے کی اندرونی طاقت کی محرومی کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور بظاہر جسمانی صحت کے باوجود وہ موت کے آغوش میں چلا جاتا ہے۔

یہی وہی تضاد ہے، جس نے آج پوری انسانیت کو تباہ کر رکھا ہے، خوش پوش جسم حقیقی سکون سے محروم ہیں، عالی شان عمارتیں اُجڑے ہوئے دلوں کا مسکن ہیں، جگمگاتے ہوئے شہر جرائم اور مصائب کا مرکز ہیں، شاندار حکومتیں اندرونی سازش اور بے اعتمادی کا شکار ہیں، بڑے بڑے منصوبے کردار کی خامی کی وجہ سے نا کام ہو رہے ہیں ۔غرض مادی ترقیات کے باوجود زندگی بالکل اُجڑ گئی ہے، اور یہ سب نتیجہ ہے صرف ایک چیز کا۔۔۔انسان نے اپنے خدا کو چھوڑ دیا، اس نے اس سرچشمہ سے اپنے آپ کو محروم کرلیا، جو اس کے خالق و مالک نے اس کے لئے مہیا کیا تھا۔

نفسیاتی امراض کی نوعیت جو اوپر بیان کی گئی ہے، وہ اتنی واضح حقیقت ہے کہ خود اس فن کے علماء نے اس کا اعتراف کیا ہے۔نفسیات کے مشہور عالم پروفیسر ینگ (C.J. Jung) نے اپنی زندگی بھر کا تجربہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''پچھلے تیس برسوں میں روئے زمین کے تمام متمدن ممالک کے لوگوں نے مجھ سے (اپنے نفسیاتی امراض کے سلسلے میں) مشورہ حاصل کرنے کیلئے رجوع کیا، میرے مریضوں میں زندگی کے نصف آخر میں پہنچنے والے تمام لوگ ۔۔۔جو کہ ۳۵ سال کے بعد کہی جا سکتی ہے۔۔۔کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا، جس کا مسئلہ اپنے آخری تجزیے میں زندگی کا مذہبی نقطۂ نظر پانے کے سوا کچھ اور ہو، یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان میں سے ہر شخص کی بیماری یہ تھی کہ اس نے وہ چیز کھو دی تھی جو کہ موجودہ مذاہب ہر دور میں اپنے پیروؤں کو دیتے رہے ہیں، اور ان مریضوں میں سے کوئی بھی حقیقتہً اس وقت تک شفایاب نہ ہو سکا۔جب تک اس نے اپنا مذہبی تصور دوبارہ نہ پالیا۔

یہ الفاظ اگرچہ سمجھنے والے کیلئے بجائے خود بالکل واضح ہیں، تاہم اگر میں نیویارک اکیڈمی آف سائنس کے صدر رائے، کریسی مارسین کے الفاظ نقل کر دوں تو بات بالکل مکمل ہو جائے گی ۔

''ادب و احترام، فیاضی، کردار کی بلندی، اخلاق، اعلیٰ خیالات اور وہ کچھ جس کو خدائی صفات (Divine Attributes) کہا جا سکتا ہے، وہ کبھی الحاد سے پیدا نہیں ہو سکتیں جو کہ دراصل خود بینی کی عجیب و غریب قسم ہے، جس میں آدمی خود اپنے آپ کو خدا کے مقام پر بیٹھا لیتا ہے، عقیدے اور یقین کے بغیر تہذیب تباہ ہو جائے گی۔نظم، بے نظمی میں تبدیل ہو جائے گی۔ضبط

نفس اور اپنے آپ پر کنٹرول کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور برائی ہر طرف پھیل جائے گی، ضرورت ہے کہ ہم خدا پر یقین کو دوبارہ مضبوط کریں''۔ (Man Does Not Stand alone, P.123)

آخری بات

اگر کسی دن ماؤنٹ پیلومر کی رصد گاہ سے یہ اعلان ہو کہ زمین کی قوتِ کشش ختم ہو گئی ہے تو ساری دنیا میں کہرام مچ جائے گا، کیونکہ اس خبر کے معنی یہ ہیں کہ زمین کا پورا کرہ چھ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی طرف کھنچنا شروع ہو جائے اور چند ہفتوں کے اندر سورج کے عظیم الاؤ میں اس طرح جا گرے کہ اس کی راکھ بھی یہ بتانے کیلئے باقی نہ رہے کہ زمین نام کی کوئی چیز کبھی اس کائنات میں موجود تھی، جس میں اربوں انسان بستے تھے اور بڑے بڑے تمدنی شہر آباد تھے۔

مگر ماہرین اعداد و شمار کی یہ خبر کہ ہر ایک منٹ میں ساری دنیا کے اندر ایک سو انسان مر جاتے ہیں، ہمارے لئے اس سے بھی زیادہ گھبرا دینے والی بات ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک رات اور دن میں تقریباً پندرہ لاکھ انسان ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔۔۔۔ ۲۴ گھنٹے میں پندرہ لاکھ! اس صورت حال میں یہ واقعہ مزید شدت پیدا کر دیتا ہے کہ پندرہ لاکھ کا یہ انتخاب نا بکار عناصر کے برقی ذرات کی طرح بالکل نامعلوم طور پر ہوتا ہے، کوئی بھی شخص یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اگلے چوبیس گھنٹے کیلئے جن پندرہ لاکھ انسانوں کی موت کی فہرست تیار ہو رہی ہے، اس میں اس کا نام شامل ہے یا نہیں، گویا ہر شخص ہر آن اس خطرے میں مبتلا ہے کہ قضا و قدر کا فیصلہ اس کے حق میں موت کا فرشتہ بن کر آ پہنچے۔

یہ جانے والے لوگ کہاں جاتے ہیں، اس کا جواب آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ کائنات کے مالک کے سامنے اپنے کارنامہ زندگی کا حساب دینے کیلئے حاضر کئے جاتے ہیں، انہیں اس لئے موت آتی ہے کہ دوسری دنیا میں ان کی وہ مستقل زندگی شروع ہو جو دنیا کے عمل کے مطابق اچھی یا بری انہیں گزارنی ہے، یہ زندگی یا تو بے حد آرام کی زندگی ہے، یا بے حد تکلیف کی زندگی، یہ گھڑی بہر حال آ کر رہے گی، ہم سب لوگ ایک ایسے ممکن انجام سے دوچار ہیں جس سے ہم صرف بچنے کی فکر کر سکتے ہیں، اس کے آنے کو ہم ٹال نہیں سکتے۔

پھر انسان تو کس انتظام میں ہے، کیا تجھ کو ہوشیار کرنے کیلئے یہ واقعہ کافی نہیں کہ تو اپنے آپ کو موت سے نہیں بچا سکتا، کیا تجھے اپنی زندگی کو بدلنے کیلئے اس سے بڑے کسی محرک کی ضرورت ہے کہ اگر تو نے دنیا میں اپنی زندگی نہیں بدلی تو تجھ کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جلنا ہے، کیا تو اس سے نہیں ڈرتا کہ دنیا میں جب تیری قبر پر تیرے معتقدین پھول چڑھا رہے ہوں۔تو آخرت میں خدا کے فرشتے تیری باغیانہ روش کے جرم میں تجھ پر کوڑے برسائیں۔

وہ دن جو بڑا سخت دن ہوگا، وہ جب آئے گا تو سارے زمین و آسمان کو اُلٹ دے گا وہ ایک نئی دنیا بنائے گا جہاں سچ سچ کی شکل میں ظاہر ہوگا اور جھوٹ جھوٹ کی شکل میں، کوئی نہ خود دھوکے میں رہے گا، اور نہ دوسرے کو دھوکا دے سکے گا، نہ کسی کا زور چلے گا، نہ سفارش کام آئے گی، اس دن تیرے الفاظ کے گھروندے بکھر جائیں گے، تیرے جھوٹے فلسفے بے دلیل ثابت ہوں گے، تیری فرضی امیدیں تجھے دھوکا دے دیں گی، تیرا اقتدار تیرے کچھ کام نہ آئے گا، تیرے خود ساختہ بت تجھے جواب دیں گے، آہ! انسان کس قدر بے سہارا ہوگا اس روز، حالانکہ اسی دن اس کو سب سے زیادہ سہارے کی ضرورت ہوگی، وہ کتنا محروم ہوگا، اس روز، حالانکہ اسی دن وہ سب سے زیادہ پانے کا محتاج ہوگا۔

انسان! آج ہی سن لے، کیونکہ کل تو سنے گا مگر اس وقت تیرا سننا بے کار ہوگا۔ آج ہی سوچ لے کیونکہ موت کے بعد تو سوچے گا مگر اس وقت کا سوچنا تجھے کچھ کام نہ آئے گا، خدا کا راستہ تیرے سامنے کھلا ہوا ہے، اس کو پکڑ لے، خدا کے رسول پر ایمان لا، خدا کی کتاب کو اپنی زندگی کا دستور بنا، آخرت کے دن کیلئے تیاری کر۔ یہی تیری کامیابی کا راستہ ہے، اسی میں وہ زندگی چھپی ہوئی ہے، جس کی تجھے تلاش ہے۔

اطلاع برائے مجلّہ فنڈ

تمام توحیدی بھائیوں سے گذارش ہے کہ مجلّہ فنڈ جنوری 2008ء سے پہلے مرکز تعمیر ملت پر بھیج دیں۔ شکریہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت

1۔ دوسرے سلسلوں کی روحانی معراج اور آخری منزل کشف وکرامات کا حصول ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں اُنکی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہمارے سلسلہ کا آخری مقصد اللہ کا قرب، عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔

2۔ بزرگان عظام اور اولیائے کرام کی کرامات برحق اور انکی دعاؤں کی مقبولیت مسلم لیکن ہم مشکل کشاء اور حاجت رواصرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں۔

3۔ موجودہ دور کی مصروف زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے مختصر اور سہل اوراد واذکار تلقین کیئے جاتے ہیں۔

4۔ ہمارے سلسلہ میں مجاہدہ کیلیئے غصہ اور نفرت کو مکمل طور پر نفی کرنے اور عالمگیر محبت اور صداقت کو اختیار کرنے کی مشق کروائی جاتی ہے۔ یہ تربیت گھر کی چار دیواری کے اندر احسن طریقے سے ہوسکتی ہے۔

5۔ بانی سلسلہ توحیدیہ کے وصیت نامہ کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کے روحانی پیشوا کا منصب ہمیشہ ہمیشہ کیلیئے غیر وارثتی ہوگا۔

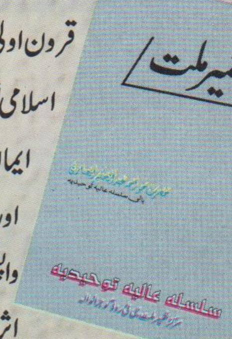
6۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم مذہبی گروہ بندیوں اور فرقہ واریت سے بالاتر اور وسعت قلب ونظر کی مظہر ہے۔

7۔ ہمارے سلسلہ میں مریدوں کی تعداد بڑھانے کیلیئے اندھا دھند بیعت نہیں کیا جاتا ہر شخص کو بیعت کرنے سے پہلے کم از کم چھ ماہ طالب رکھا جاتا ہے تاکہ وہ جماعت کے مقاصد سے اچھی طرح آگاہ ہوکر داخل سلسلہ ہو۔

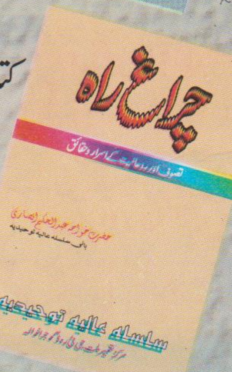
8۔ سلسلہ توحیدیہ میں متوازی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جس میں نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی اِس میں غرق ہوجانے کی۔

Monthly **FALAH-E-ADMIYYAT**

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔

سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔

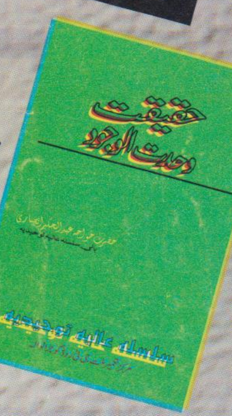
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔

تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔

مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

Website: www.toheedia.net